ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۱۳ | ذیقعدہ/ ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ ۔ جنوری ۲۰۰۵ء | شمارہ : ۱

سیّد محمود میاں
مدیر اعلیٰ

سیّد مسعود میاں
نائب مدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۳روپے..............سالانہ ۱۵۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی.....سالانہ ۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش..................سالانہ ۶ امریکی ڈالر
امریکہ، افریقہ..................................سالانہ ۱۶ڈالر
برطانیہ................................سالانہ ۲۰ ڈالر

ترسیل زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311
خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310
فون/فیکس : 092 - 42- 7703662
رہائش ''بیت الحمد'' : 092 - 42 - 7726702
موبائل : 092- 333 - 4249301

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرف آغاز		۳
درس حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۹
احکام عیدالاضحی وقربانی	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ	۱۳
پردہ کا حکم قرآن پاک میں	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۹
حج : اجتماعی بندگی کی علامت	حضرت مولانا مصلح الدین قاسمی صاحب	۲۴
دینی امور پر اُجرت	جناب حافظ مجیب الرحمٰن صاحب اکبرؔی	۲۸
قربانی کے مسائل		۳۳
نعت النبی ﷺ	محترم سعید اقبال سعیدؔ	۴۴
حُسنِ ادب اور اُس کی اہمیت	حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحبؒ	۴۵
عیسائیوں کا عقیدہ ابنیت کیا ہے؟	حافظ غلام اکبر گاڈی	۵۴
دینی مسائل		۵۹
اخبار الجامعہ		۶۳

O اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ........................ سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ....روپے ارسال فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد !

ماہِ نومبر کی ۱۹ ر تاریخ کو روز نامہ نوائے وقت کے صفحہ نمبر چار پر مشہور کالم نویس جناب عطاء الرحمٰن صاحب کا ایک تجزیہ بعنوان ''خدا کرے یہ جھوٹ ہو!'' شائع ہوا ہے، ہر مسلمان کی طرح ہمیں بھی اس کو پڑھ کر تشویش ہوئی اور بے اختیار ہماری زبان سے بھی یہی نکلا کہ خدا کرے یہ جھوٹ ہو۔ اس کالم کی اشاعت کو اتنے دن گزر گئے مگر تا حال حکومت کی جانب سے نفی یا اثبات میں کوئی ردِ عمل سامنے نہیں آیا۔ ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ اس پر اپنی طرف سے مزید کچھ تحریر نہ کریں اور من وعن اِس کو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کردیں۔ (مدیر)

خدا کرے یہ جھوٹ ہو!

میں اِس خبر یا الزام پر کسی بھی حوالے سے یقین کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ مشرف حکومت کے آئینی و جمہوری جواز کے بارے میں اپنے تحفظات کو کبھی چھپا کر نہیں رکھا۔ اس کی پالیسیوں پر سخت تنقید میں پیچھے نہیں رہا۔ اس پر میری تحریروں کا لفظ لفظ گواہ ہے۔ اس کے باوجود مجھے گمان ہے کہ جس خبر یا الزام کا بادلِ نخواستہ ذکر کرنے جا رہا ہوں وہ غلط اور بے بنیاد ہوگی۔ جنرل مشرف پاکستان کی عزیز ترین متاع یعنی ہماری ایٹمی تنصیبات کے بارے میں اِس حد تک آگے جانے یا دباؤ قبول کرنے کے لیے کبھی تیار نہ ہوئے ہوں گے۔

اس کی ایک وجہ موصوف کی جانب سے بار بار اعلانات اور قوم کو مسلسل یقین دہانی ہے کہ وہ ملک کے ایٹمی پروگرام پر آنچ نہیں آنے دیں گے، ہماری جملہ ایٹمی تنصیبات محفوظ ہاتھوں میں ہیں کوئی غیر ملکی اِن کی نگرانی کرسکتا ہے نہ انہیں غلط استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ پاکستان کے تمام حکمرانوں نے خواہ وہ جمہوری ومنتخب ہوں یا فوجی اس بارے میں کبھی کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ سخت سے سخت تر دباؤ کا مقابلہ کیا ہے۔ کئی مفادات قربان کیے ہیں لیکن ایٹمی پروگرام کی عصمت اور حفاظت پر حرف نہیں آنے دیا۔ ذوالفقار علی بھٹو تو خیر اس پروگرام کے بانی تھے، نواز شریف نے اسے حتمی ایٹمی طاقت میں بدل دیا۔ ان کے درمیان آنے والوں میں سے جنرل ضیاء الحق نے امریکہ کا اتحادی ہونے کے باوجود ایٹمی اثاثوں کی سلامتی کو یقینی بنائے رکھا۔ محمد خان جونیجو اور بینظیر بھٹو کا ریکارڈ بھی اس باب میں شفاف ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ جنرل مشرف بھی اس قومی پالیسی کو جو ہمارے دفاع کی ضامن ہے، جو ہماری ستاون سالہ تاریخ کا واحد قابلِ فخر حاصل ہے جس کے بارے میں قوم کا بچہ بچہ حساس ہے، جسے ختم کر کے دکھا دینے کے لیے بھارت اور اسرائیل بے تاب ہیں، جس کے رول بیک یا اپنی نگرانی میں لے لینے کی خاطر امریکہ نے درجنوں سفارتی تدابیر آزمائی ہیں، جاری وساری رکھنے کے لیے کسی قسم کے دباؤ یا تحریص کو خاطر میں نہیں لائیں گے، نہ انہوں نے پچھلے پانچ سالہ دورِ اقتدار میں ایسا کیا ہوگا۔ لیکن جس خبر یا الزام کو میں ذیل کی سطور میں زیرِ بحث لانے پر مجبور ہوا ہوں وہ پھیل چکی ہے۔ امریکہ سے شائع ہونے والی ایک کتاب میں جگہ پا کر پوری دُنیا میں گردش کر رہی ہے۔ پاکستان میں ایک اخبار کے ہفتہ وار میگزین نے بھی اِسے نقل کیا ہے۔ اس لیے ضروری ہوگیا ہے کہ حکومتِ پاکستان اِس کی فوری تردید یا وضاحت جاری کرے۔ اس میں شک نہیں پاکستان مخالفین کی جانب سے اس نوعیت کی الزامی خبروں کی زد میں ہے اس کی تازہ مثال ایران کی حکومت کے مخالف گروپ مجاہدین خلق کی جانب سے وہ الزام ہے جس میں کہا گیا ہے کہ 2001ء میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خفیہ نیٹ ورک نے ایران کو انتہائی افزودہ یورینیم مہیا

کی۔ پاکستان کے ایک سرکاری اہل کار نے اس کی فوری تردید کی ہے لیکن جس الزام کا میں ذکر کرنے جارہاں ہوں وہ ہماری داخلی سلامتی کے نقطہ نظر سے کہیں زیادہ سنگین نوعیت کا ہے۔ اس لیے مجھے توقع ہے کہ حکومت اس بارے میں بلاتاخیر قوم کو اصل صورتِ حال سے آگاہ کرے گی تاکہ امریکی کتاب یا پاکستانی میگزین میں اِسے پڑھ کر ذہنوں میں جو تشویش پیدا ہوئی ہے اُس کا بروقت ازالہ ہو سکے، امریکہ سے شائع ہونے والی اُس کتاب کا نام ہے :

"AMERICA'S SECRET WAR,INSIDE THE HIDDEN WORLDWIDE STRUGGLE BETWEEN THE UNITED STATES AND ITS ENEMIES "

"GEORGE FRIED MAN" مصنف ہیں اور اسے "LITTLE BROWN" نامی اشاعتی ادارے نے شائع کیا ہے۔ پاکستان میں لبرٹی بکس (پرائیویٹ) لمیٹڈ صدر کراچی کے یہاں سے دستیاب ہے۔ کتاب کے مصنف ایک فرم STRATFOR کے سربراہ ہیں۔ اس ادارے کا اپنے بارے میں دعوٰی ہے کہ وہ دنیا کا سب سے زیادہ تسلیم شدہ اور عالمی سطح پر کام کرنے والا انٹیلی جنس کا پرائیویٹ ادارہ ہے۔ روزنامہ ڈان کے ہفت روزہ میگزین "BOOKS & AUTHORS" کے شمارہ مؤرخہ 14 رنومبر میں کتاب پر تبصرہ شائع ہوا ہے۔ اِس میں دیئے گئے خلاصے کے مطابق پاکستان کی ایٹمی تنصیبات اس وقت (خدانخواستہ) امریکی سائنس دانوں اور سویلین کپڑوں میں ملبوس دیگر افراد کی نگرانی میں ہیں۔ اس تشویشناک خبر یا الزام کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے :

"THE ATTACK ON THE INDIAN PARLIMENT BY KASHMIRI INSURGENT CREATED A NEW OPPORTUNITY.MUSHARRAF WAS NOW LESS AFFRAID OF THE JIHADISTS THAN OF THE

POSSIBILITY THAT THE U.S WOULD SOLVE ITS ALQAEDA PROBLEM THROUGH AN INDIAN ATTACK ON PAKISTAN.IN THE MIDIST OF THE CRISIS,THE U.S CREATED ITS OWN CRISIS FOR PAKISTAN.UNLESS IT TURN OVER THESE FACILITIES TO THE U.S FOR INSPECTION,IT WOULD NOT STAND IN THE WAY OF AN INDIAN STRIKE ON THESE FACILITIES.

IN MARCH 2002, MUSHARRAF BUCKLED AND U.S' SPECIAL OPERATION FORCES IN CIVILIAN CLOTHES ALONG WITH THE U.S,SCIENTISTS FROM "NEST" DEPLOYED SIMULTANEOUSLY TO ALL OF PAKISTAN 'S NUCLEAR REACTORS.

IN A NUTSHELL U.S USED A "GOOD COP BAD COP" ROUTINE OF THE PAKISTANIS WHERE INDIA WAS A BAD COP,READY TO INVADE IF NECESSARY,USE NUCLEAR WEAPONS. THE U.S WAS A GOO COP,READY TO HOLD THE INDIANS BACK.U.S OFFICILS WANTED MUSHARRAF TO CROSS THAT LINE BECAUSE ONCE ACROSS,HE WOULD BECOME PERMANENTLY DEPENDENT ON THE UNITED

STATES.MUSHARRAF PROCEEDED TO CROSS THAT LINE AND STARTED ARRESTING PEOPLE,BECOMING "BUSHARRAF".

ترجمہ: ''بھارتی پارلیمنٹ پر کشمیری مزاحمت کاروں کے حملے نے نئے موقع کو جنم دیا۔ اس کے بعد مشرف کو جہادیوں سے کم خطرہ تھا وہ اس امکان سے زیادہ خائف ہو گئے کہ پاکستان پر بھارت کے (امکانی) حملے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے امریکہ القاعدہ والی اُلجھن سے جان چھڑانے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ اس بحران کی آڑ میں امریکہ نے پاکستان کے لیے اپنی مرضی کا بحران کھڑا کردیا۔ جب تک پاکستان اپنی (ایٹمی) تنصیبات کو امریکی معائنے کے لیے نہیں کھول دیتا امریکہ ان پر بھارتی حملے کی راہ میں رُکاوٹ نہیں بنے گا۔

مارچ 2002ء میں مشرف نے یہ دباؤ قبول کرلیا چنانچہ امریکہ نے سویلین کپڑوں میں ملبوس اپنے خصوصی فوجی دستوں اوراس کے ادارے NEST کے سائنسدانوں کو بیک وقت پاکستان کے تمام ایٹمی ری ایکٹروں پر متعین کردیا۔ مختصراً یہ کہ امریکہ نے پاکستان کے ساتھ اپنا پرانا ''اچھے اور برے سپاہی'' والا کھیل کھیلا۔ موجودہ صورت میں بھارت برا سپاہی تھا، جو پاکستان پر اگر ضروری سمجھا گیا تو ایٹمی ہتھیاروں کے ساتھ حملہ کرنے کے لیے بھی تیار تھا جبکہ امریکہ نے اپنے لیے اچھے سپاہی کا کردار لے لیا، جو اس حملے کو روکنے کے لیے موجود تھا۔ امریکی حکام مشرف سے مطالبہ کررہے تھے کہ وہ لائن کو عبور کرلیں کیونکہ ایک مرتبہ یہ لائن عبور کرنے کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے امریکہ کے رہینِ منت بن کر رہ جائیں گے۔ مشرف نے اس مقصد کی خاطر قدم اُٹھالیا، اب وہ ''بشرف'' بن چکے تھے، گرفتاریاں بھی شروع ہوگئیں''۔

یہ غیر معمولی طور پر سنجیدہ اور نہایت حساس درجے کا الزام ہے۔ خدا کرے اس کا لفظ لفظ غلط ثابت ہو۔ امریکی، اسرائیلی اور بھارتی عناصر مل کر پاکستان اور خاص طور پر ہماری ایٹمی تنصیبات کے خلاف جو پراپیگنڈا مہم چلائے ہوئے ہیں یہ اُسی کا حصہ ہو، لیکن اسے وسیع

پیمانے پر پھیلایا جارہا ہے۔اس لیے لازم ہے کہ حکومت پاکستان اس کے ایک ایک حرف کی مکمل وضاحت کے ساتھ تردید جاری کرے اور اصل حقائق کے ساتھ دنیا اور اپنی قوم کو آگاہ کرے کیونکہ ہمارے دشمنوں کے لیے اس سے زیادہ خوشی کی خبر کوئی نہیں ہوسکتی کہ ہماری جملہ ایٹمی تنصیبات غیر ملکی فوج اور سائنسدانوں کی نگرانی میں ہیں۔لہٰذا حکومتِ پاکستان کو درج ذیل اُمور کی نکتہ وار وضاحت جاری کرنی چاہیے۔

(۱) کیا بھارتی پارلیمنٹ پر نامعلوم افراد کے حملے کے بعد امریکہ نے واقعی مشرف حکومت پر دباؤ ڈالا تھا کہ اگر اُس نے تمام ایٹمی ری ایکٹروں کو اس کی نگرانی میں نہ دیا تو وہ بھارت کو پاکستان پر حملے سے نہیں روکے گا؟

(۲) کیا مشرف حکومت یہ دباؤ قبول کرنے پر مجبور ہوگئی؟

(۳) کیا یہ (خدانخواستہ) درست ہے کہ اس کے اور پاکستان کی ایٹمی تنصیبات یا ری ایکٹروں کو بیک وقت امریکی فوج کے خصوصی دستوں اور سائنسدانوں کی نگرانی میں دے دیا گیا؟

(۴) آج کی صورتحال کیا ہے؟

محولہ بالا کتاب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ 11 ستمبر کے بعد امریکہ نے افغانستان پر حملے کا منصوبہ باندھا اور نہ صرف پاکستان سے ہوائی اڈے لیے گئے بلکہ وہاں سے ملکِ افغاناں پر براہ راست حملے کرنے کی خفیہ اجازت اور رازداری میں پاکستان سے زمینی فوجی حملے کرنے کی سہولت بھی حاصل کرلی۔لیکن ان باتوں کو اخفا میں رکھنے پر اتفاق کرلیا تاکہ مشرف داخلی عوامی دباؤ کا مقابلہ کرسکیں اور اس کی تردید کرسکیں۔یہ بات پچھلے برس امریکہ سنٹرل کمانڈ کی ویب سائٹ پر بھی کہی گئی تھی کہ امریکہ کے زیرِ تصرف ہوائی اڈوں سے افغانستان پر ستاون ہزار ہوائی حملے Sorties کیے گئے حالانکہ اس سے قبل جنرل مشرف بار بار قوم کو یقین دلا چکے تھے کہ ایسا نہیں کرنے دیا جائے گا۔اس سے قطع نظر ایٹمی تنصیبات والا تازہ الزام انتہا درجے کا سنگین ہے،اس کی فوری تردید اور مکمل وضاحت ضروری ہے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا درس حدیث علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

تخریج وتزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

کیسٹ نمبر ۴۵ سائیڈ اے ۸۵۔۳۔۲۹

نبی علیہ السلام کی جدائی پر حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنھم کا صدمہ

حضراتِ انصار کے لیے نبی علیہ السلام کی وصیت اور ہدایات

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد وآلہٖ واصحابہ اجمعین امابعد !

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہ دونوں حضرات ایک جگہ گزرے وہاں دیکھا تو انصار بیٹھے تھے اُن کی مجلس ہو رہی تھی دیکھا تو رو رہے تھے اور ہوا یہ تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے علالت کے دن شروع ہو چکے تھے، بدھ کے دن سے بس چند روز پہلے سے پانچ دن چھ دن علالت رہی ہے تو اس میں باہر تشریف لانا بیٹھنا مجلس میں، یہ چھوٹ گیا تو انہیں جب روتا ہوا دیکھا تو انھوں نے پوچھا کیا بات ہے، کیوں رو رہے ہیں؟

نبی علیہ السلام کی علالت اور حضراتِ انصار پر اس کا اثر:

کہنے لگے کہ ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ کی مجلس یاد آرہی ہے کہ آپ ہمارے پاس ہمارے درمیان تشریف فرما ہوا کرتے تھے اور آج تشریف فرما نہیں ہیں یہی دُکھ گویا ہے یہی بڑا صدمہ ہے۔ ان دونوں حضرات

میں سے ایک صاحب یعنی یا ابوبکر یا عباس رضی اللہ عنہما میں سے کوئی صحابی اندر گئے تو جا کر جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر دی کہ ایسے وہ جمع ہیں اور یہ باتیں کر رہے تھے بیٹھے ہوئے رو رہے تھے، تو آقائے نامدار ﷺ باہر تشریف لے آئے، سرِ مبارک یا بوجھل تھا یا درد تھا جو بھی چیز تھی اُس کے لیے آپ نے چادر کا پلّہ جیسے ہوتا ہے ایسی کوئی چیز لپیٹ رکھی تھی منبر پر تشریف فرما ہوگئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بس یہ آپ کا آخری دفعہ منبر پر تشریف فرما ہونا تھا اس کے بعد نہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جمعہ کے بعد کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور پھر یہ ارشاد فرمایا۔

حضراتِ انصار کے حق میں وصیّت :

اُوْصِیْکُمْ بِالْاَنْصَارِ میں تمہیں ہدایت دیتا ہوں وصیت کرتا ہوں کہ انصار کا خیال رکھنا فَاِنَّھُمْ کَرِشِیْ وَعَیْبَتِیْ کیونکہ وہ میرا معدہ ہیں۔ کَرِشْ اور کَرْش بھی، کَرِشِیْ میرا معدہ ہیں اور وَعَیْبَتِیْ میرا تھیلہ ہیں اور عَیْبَۃٌ پپوٹے کو بھی کہتے ہیں جانور کے، میرے لیے وہ ایسے ہیں اور انھوں نے معمولی کام نہیں کیے۔ اتنے کام کیے ہیں اسلام کا پھلنا پھولنا، اسلام کے لیے پناہ گاہ ہونا یہ سب مدینہ شریف میں انصار نے کیا ہے

ایک حدیث میں یہ آتا ہے کہ جب آپ نے حنین کے موقع پر تقریر کی تو اس میں آپ نے فرمایا کہ دیکھو میں نے جو مال تقسیم کیا ہے وہ اُن لوگوں کو دیا ہے کہ جو نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں اور کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ یہ مال لے جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو لے جاؤ یعنی میں تمہارے پاس ہوں یہ زیادہ پسند ہے یا تمہیں مال دے دوں یہ زیادہ اچھا لگتا ہے، تو انھوں نے کہا کہ یہ بہت بڑی بات ہے کہ آپ ہمارے پاس ہوں۔

نبی علیہ السلام کے جملے اور حضراتِ انصار کے جوابی جملے :

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو ہو سکتا تھا کہ تم لوگ یہ بات کہتے کہ آپ ہمارے پاس آئے تو آپ کے پاس کچھ نہیں تھا، آپ آئے تو آپ کے پاس ٹھکانا بھی نہیں تھا ہم نے ٹھکانا دیا، کوئی مددگار نہیں تھا ہم نے مدد کی آپ کی، اس طرح کے جملے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمائے۔ ہر جملہ کے جواب میں انصار نے بڑا اچھا جواب دیا کہ بَلِ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمَنُّ بلکہ اللہ اور رسول کا ہی احسان ہے کہ انھوں نے اس جگہ کو پسند فرمالیا، اللہ تو ہر جگہ جہاں ارادہ فرمالے جگہ بنا سکتا ہے، ہم میں جو جگہ بنائی ہے یہ اللہ اور رسول کا ہمارے اُوپر احسان ہے۔ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمَنُّ ہر جملہ کے جواب میں وہ یہ جملہ عرض کرتے رہے۔ بہت بڑی سعادت مندی ہے

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر لوگ کسی راستے چلیں اور انصار ایک راستے چلیں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا یہ بھی فرمایا کہ اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں خود کو انصار ہی شمار کرتا، انصار میں شمار کرلیتا۔

حضراتِ انصار کے کارنامے :

یہاں ارشاد فرمارہے ہیں کہ انھوں نے معمولی کام نہیں کیے بلکہ ایسا حال ہے کہ قَدْ قَضَوُا الَّذِیْ عَلَیْھِمْ وَبَقِیَ الَّذِیْ لَھُمْ جو ان کے ذمہ فرائض تھے اللہ کی طرف سے اسلام کی طرف سے وہ انھوں نے پورے کردیئے ادا کردیئے اور جو اُن کا حق اُن کے جواب میں ہوگا یا ہونا چاہیے تو وہ باقی ہے، فرمایا فَاقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِھِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِیْئِھِمْ ان میں جو اچھائی کرے اُس کو تم قبول کرو اُس سے خوش ہو اُسے اچھائی پر محمول کرے سچائی پر محمول کرے اور جو اِن میں سے غلطی کر بیٹھے تو تَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِیْئِھِمْ [1] اُس کو معاف کردو چھوڑ دو، یہ جناب رسول اللہ ﷺ نے گویا وصیت فرمائی۔

پیشینگوئی :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی مجلس میں یہ جملے بھی فرمائےاِنَّ النَّاسَ یَکْثُرُوْنَ وَیَقِلُّ الْاَنْصَارُ لوگوں کی تعداد بڑھ جائے گی اور انصار کم ہوتے چلے جائیں گے، ایسا قدرت کی طرف سے ہوگا حَتّٰی یَکُوْنَ فِی النَّاسِ بِمَنْزِلَةِ الْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ لوگوں میں ایسی حالت ہوجائے گی جیسے کہ کھانے میں نمک، کھانے میں نمک بہت تھوڑا سا ہوتا ہے تو اس طرح یہ تھوڑے سے رہ گئے۔

ایک اور ہدایت :

فَمَنْ وَلِیَ مِنْکُمْ شَیْئًا یَضُرُّ فِیْهِ قَوْمًا وَیَنْفَعُ فِیْهِ آخَرِیْنَ اگر تم میں سے کوئی آدمی بھی حکومت پر آئے اور ایسی طاقت اُسے حاصل ہو کہ وہ کسی کو نفع اور نقصان پہنچا سکے تو یہ خیال رکھے فَاقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِھِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُّسِیْئِھِمْ اُسے چاہیے کہ وہ اُن میں جو اچھے ہیں جو اچھائی کرے اِن میں سے وہ قبول کرے، مانے اُس اچھائی کو اور جو غلطی ہوجائے اُس کو چھوڑ دے درگزر کرے۔ ایک دفعہ آتا ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَآءِ الْاَنْصَارِ وَاَبْنَآءِ اَبْنَآءِ الْاَنْصَارِ خداوند کریم انصار کی مغفرت فرما اِن کی اولاد کی مغفرت فرما، تابعین ہوگئے اور وَاَبْنَآءِ اَبْنَآءِ الْاَنْصَارِ [2] یہ تبع تابعین بھی ہیں تابعین

---

[1] مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۷۷ [2] ایضاً

بھی، پوتے جو ہیں وہ تابعین میں بھی ہیں اور پوتے غیر تابعی بھی ہیں تبع تابعین بھی ہیں ،تو تبع تابعین کی بھی فضیلت اس سے ثابت ہوتی ہے، یہ روایت جو ہے مسلم شریف میں بھی ہے، مسلم کے حوالہ سے دی ہے لیکن بخاری شریف میں بھی ہے متفق علیہ بن جاتی ہے بلکہ حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ سے ہے یہ روایت ۔تو ان حضرات کی جو قربانیاں تھیں جو کام تھے، اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا درجہ انھوں نے حاصل کیا اور کس نے بتایا جناب رسول اللہ ﷺ نے بتلایا تو اس واسطے ہمیں انصار کرام سے محبت رکھنی چاہیے اور اُن سے محبت رکھنی ہر مسلمان کے ذمہ ہے بلکہ یہ فرمادیا کہ انصار سے محبت جو ہے وہ ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض یہ نفاق کی علامت ہے ۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی محبت پر قائم رکھے اور آخرت میں ان کے ساتھ محشور فرمائے ۔آمین ۔اختتامی دُعاء..............

❁❁❁

وفیات

جامعہ مدنیہ کے فاضل مولانا شہزاد الدین صاحب کے والد اور حاجی شمس الدین صاحب کے بیٹے جناب نصیر الدین صاحب گزشتہ ماہ ۳۰ نومبر کو اچانک حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. اس ناگہانی حادثہ پر جامعہ مدنیہ جدید کے خدام مرحوم کے والد الحاج شمس الدین صاحب اور ان کے بیٹے مولوی شہزاد الدین صاحب کے صدمہ میں برابر کے شریک ہیں اور تعزیتِ مسنونہ پیش کرتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرمائیں اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو،آمین ۔

❁

جناب حاجی حمید اسلم صاحب ایس ۔ڈی ۔او انہار کے چھوٹے بھائی جناب نصیر الدین صاحب ۱۸ دسمبر کو اچانک حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون . اہل ادارہ حاجی عبد الحمید اسلم صاحب و پسماندگان کے صدمہ میں برابر کے شریک ہیں اور دعاء گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرمائیں اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو،آمین ۔

جملہ مرحومین کے لیے جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ،آمین ۔

احکام عیدالاضحی وقربانی

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے عشرہ ذی الحجہ سے بہتر کوئی زمانہ نہیں۔ ان میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور ایک رات میں عبادت کرنا شبِ قدر کے برابر ہے۔(ترمذی وابن ماجہ)

قرآن مجید کی سورۃ الفجر میں اللہ تعالیٰ نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے، وہ دس راتیں جمہور کے قول میں یہی عشرہ ذی الحجہ کی راتیں ہیں، خصوصاً نویں تاریخ یعنی عرفہ کا دن اور عرفہ اور عید کی درمیانی رات اِن تمام ایام میں خاص فضیلت رکھتی ہیں۔ عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کا روزہ رکھنا ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کا کفارہ ہے اور عید کی رات میں بیدار رہ کر عبادت میں مشغول رہنا بہت بڑی فضیلت اور ثواب کا موجب ہے۔

تکبیرِ تشریق :

" اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ " عرفہ یعنی نویں تاریخ کی صبح سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک ہر نماز کے بعد بآواز بلند ایک مرتبہ یہ تکبیر پڑھنا واجب ہے۔ فتوٰی اس پر ہے کہ باجماعت نماز پڑھنے والے اور تنہا نماز پڑھنے والے اس میں برابر ہیں۔ اسی طرح مرد وعورت دونوں پر واجب ہے البتہ عورت بآواز بلند تکبیر نہ کہے بلکہ آہستہ کہے۔(شامی)

تنبیہ : اس تکبیر کا متوسط بلند آواز سے کہنا ضروری ہے۔ بہت سے لوگ اس میں غفلت کرتے ہیں پڑھتے ہی نہیں یا آہستہ پڑھ لیتے ہیں اس کی اصلاح ضروری ہے۔

نمازِ عید :

عید کے روز یہ چیزیں مسنون ہیں :

صبح سویرے اُٹھنا۔ غسل ومسواک کرنا۔ پاک صاف عمدہ کپڑے جو اپنے پاس ہوں پہننا۔ خوشبو لگانا۔ عید کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا۔ عید گاہ کو جاتے ہوئے تکبیر مذکور الصدر بآواز بلند کہنا۔ نماز عید دو رکعت ہیں۔ مثل

دوسری نمازوں کے فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں ہر رکعت کے اندر تین تین تکبیریں زائد ہیں۔ پہلی رکعت میں ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ ....الخ '' پڑھنے کے بعد قراءت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد رکوع سے پہلے۔ ان زائد تکبیروں میں کانوں تک ہاتھ اُٹھانا چاہیے۔ پہلی رکعت میں دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں، دوسری رکعت میں تینوں تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں چوتھی تکبیر کے ساتھ رکوع میں چلے جائیں۔ نماز عید کے بعد خطبہ سنت ہے۔[۱]

قربانی :

قربانی ایک اہم عبادت اور شعائر اسلام میں سے ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی اس کو عبادت سمجھا جاتا تھا مگر بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے۔ اسی طرح آج تک بھی دوسرے مذاہب میں قربانی مذہبی رسم کے طور پر ادا کی جاتی ہے، بتوں کے نام پر یا مسیح کے نام پر قربانی کرتے ہیں۔ سورۃ الکوثر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ جس طرح نماز اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی، قربانی بھی اسی کے نام پر ہونی چاہیے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کا یہی مفہوم ہے۔ دوسری ایک آیت میں اسی مفہوم کو دوسرے عنوان سے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ : '' اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ''

رسول اللہ ﷺ نے بعد ہجرت دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا، ہر سال برابر قربانی کرتے تھے (ترمذی)۔ جس سے معلوم ہوا کہ قربانی صرف مکہ معظّمہ کے لیے مخصوص نہیں، ہر شخص پر ہر شہر میں بعد تحققِ شرائط واجب ہے اور مسلمانوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے اسی لیے جمہور اسلام کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ (شامی)

قربانی کس پر واجب ہوتی ہے؟ :

قربانی ہر مسلمان، عاقل، بالغ اور مقیم پر واجب ہوتی ہے جس کی مِلک میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اُس کی قیمت کا مال اس کی حاجاتِ اصلیہ سے زائد موجود ہو۔ یہ مال خواہ سونا چاندی یا اس کے زیورات ہوں یا مالِ تجارت یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان یا مسکونہ مکان سے زائد کوئی مکان وغیرہ ہو۔ (شامی)

[۱] عیدین کی نماز میں خطبہ پڑھنا فرض نہیں اور اسی طرح خطبہ کے لیے مقتدی کا بیٹھنا بھی سنت ہے لیکن جب بیٹھا رہے تو خطبہ کی طرف کان لگانا اور اُس کو سننا واجب ہے، کسی بات میں لگنا حرام ہے۔

قربانی کے معاملہ میں اس مال پر سال بھر گزرنا بھی شرط نہیں، بچہ اور مجنون کی مِلک میں اگر اتنا مال ہو بھی تو اُس پر یا اُس کی طرف سے اُس کے ولی پر قربانی واجب نہیں۔ اسی طرح جو شخص شرعی قاعدے کے موافق مسافر ہو اُس پر بھی قربانی لازم نہیں۔ (شامی)

مسئلہ : جس شخص پر قربانی واجب نہ تھی اگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور خرید لیا تو اس کی قربانی واجب ہوگئی۔ (شامی)

قربانی کے دن :

قربانی کی عبادت صرف تین دن کے ساتھ مخصوص ہے، دوسرے دنوں میں قربانی کی کوئی عبادت نہیں۔ قربانی کے دن ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخیں ہیں۔ اس میں جب چاہے قربانی کرسکتا ہے البتہ پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے۔

قربانی کے بدلہ میں صدقہ وخیرات :

اگر قربانی کے دن گزر گئے، ناواقفیت یا غفلت یا کسی عذر سے قربانی نہ کرسکا تو قربانی کی قیمت فقراء اور مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے لیکن قربانی کے تین دنوں میں جانور کی قیمت صدقہ کردینے سے یہ واجب ادا نہ ہوگا ہمیشہ گناہگار رہے گا کیونکہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے جیسے نماز پڑھنے سے روزہ اور روزہ رکھنے سے نماز ادا نہیں ہوتی، زکوٰۃ ادا کرنے سے حج ادا نہیں ہوتا، ایسے ہی صدقہ وخیرات کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی۔ رسول کریم ﷺ کے ارشادات اور تعامل اور پھر اتفاق صحابہ کرامؓ اس پر شاہد ہیں۔

قربانی کا وقت :

جن بستیوں یا شہروں میں نماز جمعہ وعیدین جائز ہے وہاں نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں۔ اگر کسی نے نماز عید سے پہلے قربانی کردی تو اُس پر دوبارہ قربانی لازم ہے۔ البتہ چھوٹے گاؤں جہاں جمعہ وعیدین کی نمازیں نہیں ہوتیں یہ لوگ دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد قربانی کرسکتے ہیں۔ ایسے ہی کسی عذر کی وجہ سے نمازِ عید پہلے دن نہ ہوسکے تو نمازِ عید کا وقت گزر جانے کے بعد قربانی درست ہے۔ (درمختار)

مسئلہ : قربانی رات کو بھی جائز ہے مگر بہتر نہیں۔ (شامی)

قربانی کے جانور :

بکرا، دُنبہ، بھیڑ، ایک ہی شخص کی طرف سے قربان کیا جاسکتا ہے۔ گائے، بیل، بھینس اور اُونٹ سات آدمیوں کی طرف سے ایک کافی ہے بشرطیکہ سب کی نیت ثواب کی ہو، کسی کی نیت محض گوشت کھانے کی نہ ہو۔

مسئلہ : بکرا اور بکری ایک سال کا پورا ہونا ضروری ہے۔ بھیڑ اور دنبہ اگر اتنا فربہ اور تیار ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہو تو وہ بھی جائز ہے۔ گائے، بیل اور بھینس دو سال کی ہو۔ اُونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے۔ ان عمروں سے کم کے جانور قربانی کے لیے کافی نہیں۔

مسئلہ : اگر جانور کا فروخت کرنے والا پوری عمر بتاتا ہے اور ظاہری حالات سے اس کے بیان کی تکذیب نہیں ہوتی تو اس پر اعتماد کرنا جائز ہے۔ ۲

مسئلہ : جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں یا بیچ میں سے ٹوٹ گیا ہو اُس کی قربانی درست ہے۔ ہاں سینگ جڑ سے اُکھڑ گیا ہو جس کا اثر دماغ پر ہونا لازم ہے تو اُس کی قربانی درست نہیں۔ (شامی)

مسئلہ : خصی (بدھیا) بکرے کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے۔ (شامی)

مسئلہ : اندھے، کانے، لنگڑے جانور کی قربانی درست نہیں۔ اسی طرح ایسا مریض اور لاغر جانور جو قربانی کی جگہ تک اپنے پیروں پر نہ جاسکے اُس کی قربانی بھی جائز نہیں۔

مسئلہ : جس جانور کا تہائی سے زیادہ کان یا دُم کٹی ہوئی ہو اُس کی قربانی جائز نہیں۔ (شامی)

مسئلہ : جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر نہ ہوں اُس کی قربانی جائز نہیں۔ (شامی، درمختار)

مسئلہ : اسی طرح جس جانور کے کان پیدائشی طور پر بالکل نہ ہوں اُس کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ : اگر جانور صحیح سالم خریدا تھا پھر اس میں کوئی عیب مانع قربانی پیدا ہو گیا تو اگر خریدنے والا غنی صاحب نصاب نہیں ہے تو اُس کے لیے اسی عیب دار جانور کی قربانی جائز ہے اور اگر یہ شخص غنی صاحب نصاب ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس جانور کے بدلے دوسرے جانور کی قربانی کرے۔ (درمختار)

قربانی کا مسنون طریقہ :

اپنی قربانی کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسرے سے ذبح

۲ یہ جب ہے جب فروخت کرنے والے نے جانور خود پالا ہو۔

کرا سکتا ہے مگر ذبح کے وقت خود بھی حاضر رہنا افضل ہے۔

مسئلہ : قربانی کی نیت صرف دل سے کرنا کافی ہے زبان سے کہنا ضروری نہیں۔ البتہ ذبح کرنے کے وقت بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا ضروری ہے۔ سنت ہے کہ جب جانور ذبح کرنے کے لیے رُوبقبلہ لٹائے تو یہ دعا پڑھے :

"اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ . اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذَالِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ .

اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے :

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ .

آدابِ قربانی :

مسئلہ : قربانی کے جانور کو چند روز پہلے سے پالنا افضل ہے۔

مسئلہ : قربانی کے جانور کا دودھ نکالنا یا اُس کے بال کاٹنا جائز نہیں۔ اگر کسی نے ایسا کرلیا تو دودھ اور بال یا اُن کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ (بدائع)

مسئلہ : قربانی سے پہلے چھری کو خوب تیز کرلے اور ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کرے اور ذبح کے بعد کھال اُتارنے اور گوشت کے ٹکڑے کرنے میں جلدی نہ کرے جب تک کہ پوری طرح جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے۔ (بدائع)

قربانی کے متفرق مسائل :

مسئلہ : عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں لیکن جس شہر میں کئی جگہ نمازِ عید ہوتی ہو تو شہر میں کسی ایک جگہ بھی نمازِ عید ہوگئی تو پورے شہر میں قربانی جائز ہو جاتی ہے۔ (بدائع)

مسئلہ : قربانی کے جانور کے اگر ذبح سے پہلے بچہ پیدا ہو گیا یا ذبح کے وقت اُس کے پیٹ سے زندہ بچہ نکل آیا تو اُس کو بھی ذبح کر دینا چاہیے۔ (بدائع)

مسئلہ : جس شخص پر قربانی واجب تھی اگر اُس نے قربانی کا جانور خرید لیا پھر وہ گم ہوگیا یا چوری ہوگیا یا مرگیا تو واجب ہے کہ اُس کی جگہ دوسری قربانی کرے۔ اگر دوسری قربانی کرنے کے بعد پہلا جانور مل جائے تو بہتر یہ ہے کہ اُس کی بھی قربانی کردے لیکن اس کی قربانی اِس پر واجب نہیں۔ اگر یہ غریب ہے جس پر پہلے سے قربانی واجب نہ تھی نفلی طور پر اُس نے قربانی کے لیے جانور خرید لیا پھر وہ مرگیا یا گم ہوگیا تو اُس کے ذمہ دوسری قربانی واجب نہیں۔

ہاں اگر گمشدہ جانور قربانی کے دنوں میں مل جائے تو اُس کی قربانی کرنا واجب ہے اور ایامِ قربانی کے بعد ملے تو اُس جانور کی یا اُس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ (بدائع)

قربانی کا گوشت :

مسئلہ : جس جانور میں کئی حصہ دار ہوں تو گوشت وزن کرکے تقسیم کیا جائے، اندازہ سے تقسیم نہ کریں۔

مسئلہ : افضل ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے کرکے ایک حصہ اپنے اہلِ وعیال کے لیے رکھے۔ ایک حصہ احباب واعزہ میں تقسیم کرے۔ ایک حصہ فقراء مساکین میں تقسیم کرے۔ اور جس شخص کا عیال زیادہ ہو وہ تمام گوشت خود بھی رکھ سکتا ہے۔

مسئلہ : قربانی کا گوشت فروخت کرنا حرام ہے۔

مسئلہ : ذبح کرنے والے کی اُجرت میں گوشت یا کھال دینا جائز نہیں، اُجرت علیحدہ دینی چاہیے۔

❁❁❁

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ جدید ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کو عصر کی نماز کے بعد بمقام 537-A فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ (ادارہ)

❁❁❁

سلسلہ نمبر ۸

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہوسکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کردیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہوچکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہوجائیں۔ (ادارہ)

پردہ کا حکم قرآن پاک میں

﴿ نظر ثانی و عنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

یَآاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ۔ (پ ۲۲ رکوع نمبر ۵)

''اے نبی کہہ دے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو، نیچے لٹکا لیں اپنے اُوپر تھوڑی سی اپنی چادریں''۔

علامہ عثمانیؒ تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں :

''یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکا لیویں۔ روایات میں ہے کہ اِس آیت کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لیے کھلی رہتی تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ فتنہ کے وقت آزاد عورت کو چہرہ بھی چھپا لینا چاہیے۔ نیز ارشاد فرمایا گیا وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (پ ۲۲ رکوع نمبر ۴) ترجمہ: اور جب مانگنے جاؤ بیبیوں سے کچھ چیز کام کی، تو مانگ لو پردہ کے باہر سے''۔ ترجمہ شیخ الہندؒ و علامہ عثمانیؒ (شبیر احمد صاحب عثمانیؒ)

قرآن پاک میں اصول ذکر کیے جاتے ہیں تفصیل حدیث اور اجماع علماء اُمت سے معلوم ہوتی ہے جیسے قرآن پاک میں ہے: اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ نماز صحیح طرح ادا کرو اور اٰتُوا الزَّکٰوۃَ زکوۃ دو لیکن تفصیل سنت اور اجماع اُمت سے معلوم ہوئی کہ کس نماز کی کتنی رکعات ہوں گی اور کیا کیا اوقات ہوں گے، اسی طرح پردہ کے مسئلہ میں عمل اور حدیثیں دیکھنی ہوں گی۔

اجماع کی قوت :

اجماع اُمت سب سے قوی چیز ہے۔ اجماع ہی سے قرآن کا قرآن ہونا معلوم ہوا ہے اور اگر کوئی ایک آیت کا بھی انکار کردے تو وہ اسلام سے خارج ہو جائیگا۔

ترمذی شریف جلد دوم ص ۱۲۰ (مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز۔ کراچی) کی صحیح حدیث میں ہے کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد آنجناب نے نابینا صحابی ابن اُم مکتومؓ کے آنے پر حضرت اُمّ سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کو پردہ کا حکم فرمایا انہوں نے عرض کیا کہ وہ نابینا ہیں، نہ ہمیں دیکھیں گے نہ پہچانیں گے۔ ارشاد فرمایا :

اَفَعَمْیَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِہٖ کیا تم بھی نابینا ہو، کیا تم انہیں نہیں دیکھو گی؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان والی حدیث میں بخاری شریف میں ہے کہ ہودج کسنے والے خادم آئے انہوں نے ہودج اُونٹ پر رکھ کر کس دیا اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ میں اس میں (اندر بیٹھی) ہوں۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۳۶۳)۔

آگے چل کر اسی حدیث میں حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے مجھے اس وجہ سے پہچان لیا کہ :

کَانَ یَرَانِیْ قَبْلَ الْحِجَابِ وہ مجھے پردہ کے حکم سے پہلے دیکھا کرتے تھے۔ (بخاری شریف ص ۳۶۴ ج ۱)

عورت صرف اُن ہی رشتہ داروں کے سامنے آسکتی ہے جن سے شریعت نے اجازت دی ہے مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت افلح نے آنا چاہا تو وہ فرماتی ہیں کہ میں نے انہیں اجازت نہیں دی۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے پردہ کرتی ہو اور میں تمہارا (رضاعی) چچا ہوں۔ اس کے بعد حدیث میں ہے کہ حضرت

عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ جناب نے ارشاد فرمایا :

صَدَقَ اَفْلَحُ اِئْذَنِیْ لَہٗ . (بخاری شریف ص ۳۶۰ ج ۱) افلح نے ٹھیک کہا ہے انہیں (سامنے آنے کی) اجازت دے دو۔

بخاری ہی میں اس سے اگلے صفحہ پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا کے اُن کے پاس آنے کا واقعہ ہے جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اگر فلاں میرے رضاعی چچا زندہ ہوتے تو وہ میرے پاس آسکتے تھے؟ آپ نے ارشاد فرمایا :

نَعَمْ اِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا یَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ . (بخاری شریف ص ۳۶۱) ہاں رضاعت (بھی) (اُن لوگوں سے نکاح) حرام کردیتی ہے جن سے پیدائش کے رشتے حرام ہوتے ہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خیبر کے فتح ہونے کے بعد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں باندی رکھنے کے بجائے آزاد کر کے نکاح کر لیا تھا جسے "اِعْتَاقٌ بِشَرْطِ التَّزَوُّجِ" کہا جاتا ہے۔

بخاری شریف میں آتا ہے کہ صحابہ کرام کی گفتگو ہو رہی تھی کہ وہ اُم المؤمنین ہیں یا باندی ہیں۔ تو ان حضرات نے کہا کہ (اس کا پتہ ایسے چل سکتا ہے کہ) اگر رسول اللہ ﷺ نے ان کا پردہ کرایا تو وہ اُمہات المومنین میں ہوں گی اور پردہ نہ کرایا تو وہ آپ کی مملوکہ ہوں گی۔ جب آپ نے اس مقام سے کوچ فرمایا تو اپنے پیچھے سواری پر سوار کرنے کی جگہ بنائی۔

وَمَدَّ الْحِجَابَ (بخاری شریف ج ۲ ص ۶۰۶) اور پردہ کھینچ دیا۔

بخاری شریف میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے کہ ان کے ایک بھائی کے بارے میں یہ شبہہ ہوا کہ وہ صحیح النسب بھائی نہیں بلکہ ان کے والد زمعہ کی باندی سے کسی کے زمانہ جاہلیت میں زنا کرنے سے ہوا ہے کیونکہ زانی عتبہ ابن ابی وقاص نے اپنے بھائی کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی اس باندی سے جو بچہ ہوگا وہ میرا ہوگا، وہ تم لے لینا۔

اس لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سودہؓ سے ارشاد فرمایا :

اِحْتَجِبِیْ اس سے پردہ کرو۔

پھر آگے ہے :

اس لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا :

فَمَارَاٰهَا حَتّٰی لَقِیَ اللّٰہَ (بخاری شریف ج ا ص ۲۷۶) اس نے کبھی مرتے دم تک حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا۔

اور ص ۲۹۶ پر یہ بھی ہے :

وَاحْتَجِبِیْ مِنْهُ یَا سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ فَلَمْ تَرَهُ سَوْدَةُ قَطُّ . اے سودہ بنت زمعہ اِن سے پردہ کرو تو انہیں حضرت سودہؓ نے کبھی نہیں دیکھا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما تھے مکان میں ایک مخنث (ہجڑہ) بھی تھا اُس نے حضرت اُمِ سلمہؓ کے بھائی سے کہا کہ اگر اللہ نے تمہیں کل کو طائف فتح کرا دیا تو میں تمہیں بنتِ غیلان (جس کا یہ حلیہ ہے) بتلاؤں گا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہ بات سنی تو ارشاد فرمایا :

لَایَدْخُلَنَّ هٰذَا عَلَیْکُمْ . (بخاری شریف ج۲ ص ۷۸۸) ہرگز آئندہ یہ تمہارے پاس نہ آئے۔

حالانکہ وہ پیدائشی معذور تھا (پیدائشی مخنث تھا) مگر چونکہ وہ حلیہ بیان کر کے عورتوں کی بے پردگی کر سکتا تھا اس لیے اسے بھی منع فرما دیا اور اس کا بھی پردہ کرا دیا۔ بخاری شریف میں دوسری جگہ ہے :

لَا یَدْخُلَنَّ هٰؤُلَآءِ عَلَیْکُمْ (بخاری شریف ص ۶۱۹) یعنی ایسے مخنث (کوئی بھی ہوں) ہرگز تمہارے پاس گھر میں نہ آیا کریں۔

یہ تو بعض صحیح روایات پیش کی گئی ہیں جن سے آیت کی تفسیر اور علماء اُمت کے بالاتفاق عمل کی وجہ معلوم ہو رہی ہے اور یہ کہ یہ شرعی مسئلہ ہے۔

دوسری بحث یہ ہے کہ یہ شعائر اسلام میں ہے یا نہیں؟ شعائر اسلام کا لفظی ترجمہ ہے ''اسلام کی نشانیاں'' یا ''علامتیں'' یعنی وہ شرعی احکام جن سے اسلام والے دوسروں سے ممتاز ہو سکیں۔ تو اس کا جواب علماء سے فتوے کی صورت میں عدالت طلب کر سکتی ہے نیز یہ کہ پردہ کا انکار کس درجہ کی معصیت ہے۔ اس کا جواب بھی علماء سے فتوٰی

کی صورت میں لیا جاسکتا ہے۔

تیسری بحث یہ ہے کہ حاکم اعلیٰ (جو اسلامی حکومت کا ہو) اس کی اطاعت کن باتوں میں فرض ہوتی ہے اور کن باتوں میں نہیں؟ اس کے بارے میں احادیث میں آتا ہے کہ گناہ کے کام میں نہ باپ کی اطاعت بیٹے پر فرض ہوتی ہے، نہ شوہر کی اطاعت بیوی پر، نہ حاکم کی اطاعت محکوم پر۔ خاص حاکم کی اطاعت کے بارے میں ارشاد ہے :

فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِیَۃٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَۃَ . (بخاری شریف ج دوم کتاب الاحکام ص۱۰۵۷)	جب گناہ کے کام کا حکم دیا جائے تو نہ سننا واجب ہے نہ اطاعت کرنی۔

اسی صفحہ پر اسی کے حاشیہ ۱۱ میں ہے : لَاطَاعَۃَ لِمَنْ لَمْ یُطِعِ اللّٰہَ جو اللہ کی اطاعت نہ کرے اُس کی اطاعت واجب نہیں ہوتی۔ پھر لکھا ہے اِلَّا اَنْ یَّرَوْا کُفْرًا بَوَاحاً . کہ۔ اگر رعایا کھلم کھلا حاکم سے کفر کی بات دیکھے تو وہ حاکم خود بخود معزول ہو جائے گا بالاجماع۔ لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ حکم الٰہی پر جمارہے جو اسکی قوت رکھتا ہے تو اُسے ثواب ملے گا اور جو خوشامد کریگا اُسے گناہ ہوگا اور جو بالکل مقابلہ کی قوت نہ رکھتا ہو عاجز ہو تو اُس پر ایسی سرزمین سے ہجرت کر جانی واجب ہوگی''۔ اسی سے ملتا جلتا مسئلہ بخاری ص۱۰۴۵ میں حاشیہ ۱۰ میں بھی ہے۔

یہ مسئلہ بہت تفصیل سے شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے فتح الباری کی سولہویں جلد میں ص۱۱۴ اور ص۲۴۱ پر بیان کیا ہے، وہیں یہ بھی تحریر ہے۔ وہاں خروج یعنی مقابلہ میں نکل کھڑے ہونے کی (جسے جہاد یا بغاوت کہا جائے) بحث ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں :

وَالصَّحِیْحُ الْمَنْعُ اِلَّا اَنْ یَّکْفُرَ فَیَجِبُ الْخُرُوْجُ عَلَیْہِ .	صحیح یہ ہے کہ بغاوت نہ کی جائے سوائے اس کے کہ حاکم سے کھلم کھلا کفر سرزد ہو تو اُس وقت اُس کے خلاف بغاوت واجب ہوگی۔

ص۱۱۴ ج۱۶ فتح الباری نمبرا مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی و عمدۃ القاری (عینی) شرح بخاری میں ج نمبر۱۱ ص۳۳۲ پر بھی یہی عبارت ہے مطبوعہ دار الطباعۃ العامرہ سلطنۃ ترکیہ عبد الحمید خاں۔ (باقی صفحہ ۲۷)

حج : اجتماعی بندگی کی علامت

﴿ حضرت مولانا مصلح الدین قاسمی، مدرسہ شاہی/ مراد آباد، انڈیا ﴾

رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہوگیا، حج کے مہینے شروع ہو گئے، ہر ذی استطاعت مومن بندے کے لیے بڑی آزمائش اور قربانی کا وقت آ گیا۔ روزے دار ابھی تک اپنا گھر چھوڑ کر مسجد میں اعتکاف کے لیے آ پڑا تھا اور اب اسے ملک بھی چھوڑنا ہے، دیارِ محبوب کے لیے رختِ سفر باندھنا ہے، عام لباس چھوڑ کر عاشقانہ لباس زیب تن کرنا ہے، پُرتکلف رہن سہن کو خیر باد کہہ کر بے تکلف سادہ اور زاہدانہ روِش اپنانا ہے۔

دنیا کا ہر مسلمان چاہے اُس کا تعلق کسی بھی خطے یا کسی بھی ملک سے ہو، حج جیسے عظیم الشان فریضے کو ادا کرنے کا ہمہ وقت خواہش منداور محبوبِ حقیقی کی جلوہ گاہ دیکھنے کے شوق میں بسمل بنا رہتا ہے اور اس شوق کی آگ کو بجھانے کے لیے پوری زندگی کوششیں کرتا رہتا ہے اور زندگی کے جس مرحلے میں بھی اسبابِ سفر مہیا ہو جائیں وہ موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ندائے عام "وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ" پر لبیک کہنے کا جذبہ سفر کی تمام مشکلات کو اُس کی نگاہ میں ہیچ بلکہ سفرِ حج کی تمام تکلیفوں کو راحت بنا دیتا ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے اس مقدس سرزمین کے لیے دعائیں کرتے ہوئے فرمایا تھا : " فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ" (سورہ ابراہیم/ ۳۷) یعنی اے اللہ! بعض لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے۔ رب کریم نے اپنے نبی کی دعا کو قبول فرمایا اور اس ندا کو پوری دنیا میں عام کرنے اور تمام رُوحوں تک پہنچانے کی ذمہ داری لیتے ہوئے یہ خوش خبری سنائی : "یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ". (سورہ حج/ ۲۷) یعنی آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آئیں گے آپ کی طرف پیدل چل کر اور سوار ہو کر دُبلے دُبلے اُونٹوں پر چلے آئیں گے دور دراز علاقوں سے۔ چنانچہ مومن بندے اس عاشقانہ سفر میں ساری پریشانیاں بہ خوشی برداشت کر کے اپنے محبوب کے دروازے پر حاضری کے لیے پابہ رکاب رہتے ہیں بلکہ دنیا کے چپے چپے سے لاکھوں کروڑوں محبانِ خدا اپنے محبوبِ حقیقی کی آواز پر پروانہ وار ٹوٹ پڑتے ہیں۔

سفرِ حج پر روانہ ہونے والے تمام مومنین اپنے اردگرد موجود ذاتی وانفرادی زنجیروں کو توڑ کر پھینک دیتے ہیں تاکہ وحدت کی مشق کریں اگرچہ ان لوگوں کا تعلق مختلف قوموں سے ہے، وہ الگ الگ علاقوں کے رہنے والے ہیں، خاندانی اور نسلی اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں، اِن میں عرب ہیں، عجم ہیں، ایشیائی ہیں، افریقی ہیں، یورپی ہیں، سیاہ فام اور گورے ہیں، گاؤں والے ہیں، شہروالے ہیں، عالم وجاہل ہیں، کمانڈر وحاکم ہیں، ملازم وخدمت گزار ہیں، دولت منداور فقیر ہیں۔ بہرحال یہ جو کچھ ہیں جہاں کے ہیں چاہے جیسا لباس پہنتے ہوں اور چاہے جتنی خصوصیات کے حامل ہوں، اُن کی یہ تمام چیزیں اپنی جگہ پر ہیں مگر اس سرزمین پر قدم رکھتے ہی یہ لوگ اپنی ذاتی اور انفرادی زندگی سے تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کو ترک کر دیتے ہیں اور ایک رنگ وایک ہی قسم کا لباس پہن کر آپس میں گھل مل جاتے ہیں۔ میقات ہو یا عرفات، سعی ہو یا طواف، مِنٰی ہو یا مشعرِ حرام، ہر جگہ سب لوگ ایک ساتھ ایک شکل میں ایک ہی عمل انجام دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

تمام محبانِ خدا اور زائرینِ بیت اللہ آبادی کی بھیڑ میں گم ہو جاتے ہیں تاکہ اپنی ذات کو بھول جائیں، یہ ایک قطرے کی طرح انسانوں کے سمندر میں شامل ہو جاتے ہیں تاکہ ایک مخصوص انداز میں ابدیت کے سمندر کی سیر کرلیں کیونکہ ان لوگوں نے کثرت سے وحدت کی طرف پہنچنے کا قصد کر رکھا ہے چنانچہ ہر عاشق ومحبّ اپنا ہوش کھو کر بے خودی اور کیف ومستی کے والہانہ جذبات کے ساتھ اپنے رب کے حضور اس شان کے ساتھ آتا ہے کہ نہ اُسے اپنے کپڑوں کا ہوش ہے اور نہ بالوں کا، گرد وغبار سے اٹے ہوئے چہرے کے ساتھ محبوب کے دروازے پر پہنچ کر اپنی حاضری کا اعلان کرتا ہے لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكُ . لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكُ . اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ . لَاشَرِيْكَ لَكُ یعنی "حاضر ہوں اے اللہ! حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، حاضر ہوں بے شک سبھی تعریفیں اور نعمتیں تیری ہی ہیں اور بادشاہت بھی، تیرا کوئی ساجھی نہیں"۔

دربارِ خداوندی میں پہنچنے والا ہر بندہ ایک ایک فریضے کی ادائیگی دیوانوں کی طرح کرتا ہے، کبھی اپنے مالک کے گھر کا چکر لگاتا ہے تو کبھی عرفات میں حمد وثنا کرتا ہوا اپنی کوتاہی کی معافی چاہتا ہے، کبھی مزدلفہ میں قربِ الٰہی کا خواہاں رہتا ہے تو کبھی صفا اور مروہ کے درمیان دوڑ لگا کر سنتِ عاشقانہ کو تازہ کرتا ہے، کبھی مقامِ ابراہیم پر دست بستہ قیام کرتا ہے تو کبھی میدانِ عرفات میں سربسجود محبوب کی یاد میں اشکبار رہتا ہے، جمرات کو نہیں نفس کے شیطان کو کنکریاں مارتا ہے، جانوروں کی نہیں حقیقتاً اپنے نفس کی قربانی دیتا ہے۔

مومن بندے کی یہی وہ ادائیں ہیں جن کے طفیل اللہ رب العزت رحمت کے خزانے کھول دیتا ہے، بڑے بڑے گنہگاروں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور حاجی اپنے ربّ کریم کے دربار سے اس طرح لوٹتا ہے جیسے آج ماں کے پیٹ سے بے گناہ پیدا ہوا ہو۔ حدیث شریف میں اس خوش خبری کی صراحت ان الفاظ میں آئی ہے۔ مَنْ حَجَّ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ ۔ (بخاری شریف ۲/۲۰۶) ''جس نے محض اللہ کے لیے حج کیا پس اُس نے ایسی باتیں نہ کیں جو عورتوں کے ساتھ ہوتی ہیں اور گناہ نہ کیے تو ایسا واپس ہوگا جیسا اُس روز تھا جس دن اُس کی ماں نے اسے جنا تھا''۔

حج اجتماعی بندگی کی واضح ترین علامت ہے۔ حج کے دوران مومن بندہ اپنے خالق سے وحدتِ عمل کا معاہدہ کرتا ہے، وہ اپنے ہر ایک عمل سے خداوندِ قدوس سے اپنے رابطے کی شہادت پیش کرتا ہے۔ اعمالِ حج کے دوران حاجی موت وحیات کو بہ خوبی سمجھ لیتا ہے وہ چلتی پھرتی آبادی کے اِس سیلاب سے میدانِ محشر، اہلِ محشر اور اہلِ محشر کی حالت کا اندازہ کر لیتا ہے کہ اصل معاملہ کیا ہے؟ سبھی لوگ دوڑ دھوپ میں لگے ہوئے ہیں تا کہ اپنے فرائض کو ٹھیک طریقے سے سمجھ لیں اور ہر فریضے کو صحیح طریقے سے ادا کریں اور کسی فریضے کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ ہو، ان کا حساب یہیں صاف ہو جائے اور کسی بھی کوتاہی اور جرم کا دَم اُن کے ذمے باقی نہ رہے۔

میدانِ عرفات کا منظر بھی قابل دید ہوتا ہے، دُور دُور تک جدھر بھی نگاہ اُٹھا کر دیکھو تمام لوگ ایک ہی جیسے لباس میں متحد الشکل نظر آتے ہیں، تا حدِ نگاہ انسانوں کا سیلاب اُمنڈتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس منظر کو دیکھنے کے بعد اسلامی تعلیمات کی عظمت، شان وشوکت اور اجتماعی بندگی کا انداز ہوتا ہے یہاں کوئی شخص کمانڈر وحاکم نہیں اس نظام کی تنظیم کا کوئی ناظم نہیں اور کسی کو محکومیت کا احساس نہیں بلکہ تمام لوگ یکساں ہیں، کسی کو کسی پر کوئی فضیلت وبرتری حاصل نہیں، سبھی محترم ہیں، سبھی دنیوی امتیازات سے کنارہ کشی اختیار کیے ہوئے ہیں، کسی میں مال ودولت کی ہوس اور سماجی عہدہ ومقام اور دُنیاوی شان وشوکت کے حصول کی خواہش نہیں، سب اپنے گناہوں کی معافی کے لیے آئے ہیں، سب غور وفکر میں ڈوبے ہوئے ہیں مگر اُن کی فکر دنیا کے سلسلے میں نہیں بلکہ اُن کی فکر کا محور آخرت ہے۔ سب اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اس یقین کے ساتھ آئے ہیں کہ اس در کے علاوہ کوئی در نہیں، ان کی آنکھوں سے توسیلِ اشک رواں ہے مگر وہ دل سے یہ کہہ رہے ہیں: ''اے اللہ! تو رحمٰن ہے، ہم ہزار برے ہیں لیکن ہمارے گناہوں سے زیادہ وسیع تیری رحمت کی چادر ہے''۔

وہ جانتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ عدل پر اُتر آئے تو ہماری نجات ممکن نہیں ہے اس لیے گھبرا کر کہتے ہیں: ''مالک! ہمیں آپ کا عدل نہیں آپ کا فضل چاہیئے''۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہماری کوتاہیوں کا ذخیرہ اتنا بڑا ہے کہ اگر حساب شروع ہوا تو بہر حال پکڑے جائیں گے اس لیے پکار کر کہتے ہیں: ''مالک! حساب نہ لیجئے، ہم حساب دینے کی ہمت کہاں سے لائیں ہم کو تو اپنے فضل و کرم سے حساب و کتاب کے بغیر معاف کر کے جنت دیدیجیے''۔ ہر ایک حاجی خداوندِ قدوس کے دربار میں اس یقین کے ساتھ حاضر ہوتا ہے کہ یہاں سے کوئی خالی ہاتھ نہیں لوٹا ہے، اس لیے ہم بھی بخشش کا پروانہ لے کر جائیں گے، فضلِ الٰہی اور رحمتِ باری کی بارش ہم پر بھی ضرور ہوگی۔

اپنی عاجزی کا احساس، اپنی کوتاہی کا اعتراف، اللہ کی رحمت پر اعتماد اور اس کے ساتھ ''کچھ نہ کچھ لے کر ہی جائیں گے'' کا یقین، پھر کیف و مستی و خود فراموشی اور عشق و محبت کے جذبات سے سرشار ہونا، مچل مچل کر مانگنا، لپٹ لپٹ کر رونا، یہی وہ صدائیں اور ادائیں ہیں جو رحمتِ الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں اور ہر حاجی اپنا دامنِ مراد بھر لیتا ہے اور معصوم، صاف ستھرا، دُھلا دُھلایا بڑی دولت لے کر لوٹتا ہے۔ (بشکریہ ندائے شاہی، انڈیا)

❁❁❁

بقیہ : پردہ کا حکم قرآن پاک

کھلم کھلا کفر وغیرہ پر حاکم کو معزول کر دینے کا مسئلہ عقائد کی مشہور کتاب شرح مواقف میں ص ۳۴۷ پر ہے مطبوعہ نولکشور کہ جیسے اُمت کو امام یعنی حاکم مقرر کرنے کا اختیار ہے ویسے ہی انہیں ایسے اسباب کے پائے جانے پر اسے معزول کرنے کا بھی اختیار ہے۔

اور معصیت کا لفظ اطاعت کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے قاموس میں باب الواو والیاء میں ہے اَلْعِصْیَانُ خِلَافُ الطَّاعَةِ ۔ قرآن پاک میں چوتھے پارہ رکوع نمبر ۱۳ کے آخر میں دو آیتیں متصل لائی گئی ہیں وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ اور وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ ۔ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ کا ترجمہ علامہ عثمانیؒ اور شیخ الہندؒ اور احمد رضا خان صاحب نے ''حکم پر چلنے'' اور ''حکم ماننے'' کا کیا ہے اور وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ کا ترجمہ ''نافرمانی'' کا کیا ہے۔

❁❁❁

قسط : ۱

دینی اُمور پر اُجرت

﴿ حافظ مجیب الرحمٰن اکبری، ڈیرہ اسمٰعیل خاں ﴾

منور صاحب نے یہ عنوان قائم کرکے عموماً ہر دینی کام پر اُجرت لینا اور خصوصاً علماء وقراء وغیرہم کا امامت، تدریس وغیرہ پر اُجرت لینا حرام ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، وہ لکھتے ہیں :

''کسی بھی دینی خدمت پر معاوضہ وصول کرنا ازرُوئے قرآن وحدیث جائز نہیں اس لیے دین کو پیشہ بنانے والوں کو اس حرام کمائی سے توبہ کرنی چاہیے''(اسلام یا مسلک پرستی ص ۱۷۱)

توبہ کرنے سے تو کسی مسلمان کو کسی طرح انکار نہ کرنا چاہیے نہ ہی مناسب ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ آیا واقعی قرآن مجید واحادیث ہر دینی خدمت پر تنخواہ لینے کو حرام قرار دیتے ہیں؟ منور صاحب کے دلائل کا جائزہ لینے سے پہلے ذرا قرآن واحادیث سے اس عمومی فتوی کہ ''ہر دینی خدمت پر معاوضہ حرام ہے'' پر روشنی ڈالنا ضروری ہے :

(1) قرآن مجید میں ہے :

''اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْنِ وَالْعَامِلِیْنَ عَلَیْھَا...... الآیة''

''صدقات حق ہے فقراء اور مساکین کا اور زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین کا''

اس آیتِ مبارکہ میں زکوٰۃ وصدقات وصول کرنیوالوں کو جو ایک دینی خدمت کرتے ہیں صدقات کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ منور صاحب بتائیں کیا یہ حضرات مزدوری نہیں کرسکتے ؟ انھیں محنت مزدوری کرنے کی طاقت نہیں ہوتی؟ آخر وہ ایک دینی خدمت ہی تو کرتے ہیں پھر ان کو اگرچہ حاجت نہ بھی ہو صدقات کا مستحق قرار دیا گیا۔ فرمایئے صدقات میں ان کا حصہ کیوں ٹھہرایا گیا؟ ظاہر ہے کہ یہ صدقات بطورِ وظیفہ ان کو بیت المال سے دیے جائیں گے تاکہ وہ اہل وعیال کے خرچ سے بے فکر ہوکر اس دینی خدمت کو بجالاسکیں یہاں تک کہ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں :

''عامل اگرچہ غنی بھی ہو تو اسکے لیے یہ صدقات حلال ہوں گے لانه فرغ نفسه لھٰذا العمل کیونکہ اس نے اپنے آپ کو اس کام کیلیے فارغ کردیا''۔(رُوح المعانی ص ۱۲۱ ج ۱۰)

اور یہی غرض علماء واساتذہ کے وظیفہ کی ہے۔

(2) اس بارے میں بکثرت روایات مروی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا نبی کریم ﷺ نے کسی مریض پر دم کیا اور اس پر اُجرت لی اور کئی روایات میں نبی ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے اس عمل پر بجائے ناخوشی کے رضا کا اظہار فرمایا مثلاً :

''حضرت خارجہ بن صلت اپنے چچا (علاقہ بن صحارؓ یا عبداللہؓ بن عشیر) سے جو کہ صحابی ہیں روایت کرتے ہیں کہ ہم (صحابہ کرام کی ایک جماعت) نبی کریم ﷺ کے پاس سے ہو کر واپس ہوئے تو عرب کے ایک قبیلے کے پاس سے گزرے، انہوں نے ایک آدمی کے جنون میں مبتلا ہونے کا ذکر کیا اور دم کرنے کی فرمائش کی تو میں نے اس پر تین دن روزانہ صبح شام دو دو بار سورۂ فاتحہ کا دم کیا وہ ٹھیک ہو گیا تو انہوں نے سو بکریاں دیں۔ میں نے آکر نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا آپ ﷺ نے فرمایا **کُلْهَا بِسْمِ اللّٰهِ** اللہ کے نام سے کھاؤ، میری عمر کی قسم جو باطل دم سے کھائے تو حرام ہے تو نے تو حق دم سے کھایا'' (ابوداؤد ص ۱۸۸ ج ۲۔ ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۴۵۔ دارقطنی ج ۴ ص ۳۵۴۔ درمنثور ج ۱ ص ۵ بحوالہ مسند احمد ونسائی وابن سنی وحاکم والدلائل للبیہقی)۔

اس روایت کو امام حاکمؒ نے ''صحیح'' کہا، شیخ مجدی حسنؒ نے ''حسن'' کہا۔ ڈاکٹر مسعود عثمانی نے اس کے راوی حضرت خارجہ کو ''ضعیف'' کہا حالانکہ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ''مقبول'' ہے (تقریب)۔

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سفر پر تھی ایک قوم کے پاس سے گزرے۔ اُن کے سردار کو سانپ یا بچھو نے ڈس لیا تھا تو انہوں نے صحابہ کرامؓ سے دم کا کہا تو ایک صحابیؓ نے فرمایا ہم اس وقت تک تمہارے سردار پر دم نہ کریں گے جب تک تم ہمیں اس کی (یعنی اس دم کی) اُجرت دینے کا وعدہ نہ کرو، آخر ۳۰ بکریاں لے کر آئے آپ ﷺ نے ان کی حوصلہ افزائی کی اور فرمایا میرا بھی حصہ نکالو'' (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۴۶ ج ۵۔ بخاری ص ۸۵۴ ج ۲ و ص ۳۰۴ ج ۱۔ (تعویذات اور شرک ڈاکٹر عثمانی ص ۱۳)

ڈاکٹر عثمانی نے اس کی دو تاویلیں کیں ایک یہ کہ یہ ایک استثنائی واقعہ ہے، حالانکہ ایک نہیں اس قسم کے کئی واقعات ہیں تو کس کس کو استثنائی کہہ کر ٹالا جائے گا۔ دوم یہ کہ چونکہ ان لوگوں نے مہمان نوازی نہیں کی تھی اس وجہ سے بطورِ جرمانہ انہوں نے مہمانی حاصل کی یہ دم کی اُجرت نہیں تھی، حالانکہ روایت میں لفظ ہیں ''جب تک تم ہمیں اس کی اُجرت دینے کا وعدہ نہ کرو'' یہ کس کی اُجرت کا کہا؟ کیا مہمانی کی اُجرت بھی ہوتی ہے؟ پھر بقول ڈاکٹر عثمانی سلیمان بن قتیبہ کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ ''پھر قبیلہ والوں نے ہمارے لیے بھیڑیں بھیجیں اور ضیافت کے لیے کھانا بھی، جس کو ہم نے کھایا'' (تعویذات اور شرک ص ۱۳) تو جب ضیافت کے لیے کھانا بھیجا تو اب بھیڑیں کس ضیافت میں تھیں؟ واضح ہے کہ یہ اُسی دم کی اُجرت تھیں۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک پانی کے پاس سے گزری، وہاں ایک آدمی کو سانپ یا بچھو نے ڈسا تھا تو ایک صحابیؓ نے سورۂ فاتحہ کا دم کیا (وہ درست ہوگیا) اور صحابیؓ بکریاں لے آئے۔ صحابہ کرامؓ نے ان سے کہا کہ تم نے کتاب اللہ پر اُجرت لی ہے۔ آخر مدینہ منورہ آکر نبی کریم ﷺ کو بتلایا تو آپ ﷺ نے فرمایا **ان احق ما اخذ تم علیه اجرا کتاب اللّٰه** بیشک سب سے زیادہ اس بات کے لائق کہ تم اُس پر اُجرت لو کتاب اللہ ہے''۔ (درمنثور ص ۴ ج ۱ بحوالہ بخاری ص ۸۵۴ ج ۲ و بیہقی و مسند احمد)

''حضرت قیسؒ بن ابی حازم سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ ایک آدمی کو جنون تھا، میں نے دم کیا تو مجھے بکریاں دی گئی ہیں تو نبی علیہ السلام نے فرمایا جو ناجائز دم سے کھائے تو ناجائز ہے، تو نے تو حق دم کے بدلے میں لیا ہے جائز ہے''۔ (ابن ابی شیبہ ص ۴۴۶ ج ۵)

''حضرت یعلیٰؓ بن مرہ کی روایت ہے کہ ایک عورت کے بچے کو جن کا اثر تھا، نبی علیہ السلام نے دم کیا اُس نے آپ ﷺ کو کئی بکریاں دیں۔ آپ ﷺ نے حضرت یعلیٰؓ سے فرمایا ایک بکری لے لو باقی واپس کردو''۔ (ابن ابی شیبہ ص ۴۴۶ ج ۵)

(3) حضرت وضینؒ بن عطاء فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں تین معلمین (اساتذہ) تھے، **فکان عمر**

بن الخطاب یرزق کل واحد منھم خمسة عشر کل شھر تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر ایک کو ہر مہینہ پندرہ درہم دیتے تھے۔(ابن ابی شیبہ ص ۹۷ ج ۵۔ سنن الکبریٰ للبیہقی ص ۱۲۴ ج ۶)

(4) حضرت خالد حذاء رحمہ اللہ نے حضرت ابو قلابہؒ سے اُستاذ کی اُجرت کے متعلق پوچھا فلم یر بہ بأسًا تو ابو قلابہؒ نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا (ابن ابی شیبہ ص ۹۷ ج ۵)

(5) حضرت طاؤسؒ اُستاذ کے لیے بغیر اُجرت کی شرط لگانے کے کچھ دیئے جانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔(ابن ابی شیبہ ص ۹۷ ج ۵)

(6) امام عامر شعبی تابعیؒ شرط لگائے بغیر کچھ ملنے پر اُستاذ کے لینے میں حرج نہیں سمجھتے تھے(ابن ابی شیبہ ص ۹۷ ج ۵)

(7) حضرت عطاء رحمہ اللہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

(8) حضرت مجاہد اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ قرآن مجید خریدنا جائز ہے۔(ابن ابی شیبہ ص ۱۳۱ ج ۵)

(9) امام حکم اور حضرت حسن بصری رحمہما اللہ بھی قرآن مجید خریدنا جائز کہتے ہیں۔

(10) حضرت ابو العالیہؒ اور امام شعبیؒ اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید بیچنا جائز ہے۔

(11) امام جعفر صادقؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی لکھائی کی اُجرت دینا جائز ہے۔(ابن ابی شیبہ ص ۳۲ ج ۵)

(12) امام محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں (اسلامی عدالت کے) قاضی کے لیے جائز ہے کہ وہ بیت المال سے خرچ لے"۔(ابن ابی شیبہ ص ۲۱۱ ج ۵)

(13) مصنف عبدالرزاق میں اور عسکری کی کتاب الاوائل میں اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی تاریخ الخلفاء (ص ۱۱۶) میں ہے، اول من رزق المؤذنین عثمان رضی اللّٰہ عنہ حضرت عثمانؓ وہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے باقاعدہ مؤذنوں کو تنخواہ دینا شروع کیا۔(کشف النقاب عما یقولہ الترمذی وفی الباب ص ۱۸ ج ۴)

(14) علامہ شبلی نعمانیؒ علامہ ابن جوزیؒ کی سیرة العمرین سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور عثمانؓ مؤذنوں اور اماموں کو تنخواہیں دیا کرتے تھے "کانا یرزقان المؤذنین والائمة" (الفاروق ص ۴۵۵)

(15) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت سنبھالنے کے بعد کوئی کاروبار نہیں کرتے تھے بلکہ فرمادیا تھا کہ'' شغلت بامر المسلمین فسیاکل اٰل ابی بکر من ھٰذا المال ''میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہوگیا ہوں لہٰذا آلِ ابوبکر اس بیت المال سے کھائیں گے (تاریخ الخلفاء ص ۵۷، ۵۸۔ اسلام یا مسلک پرستی ص ۱۶۷، ۱۶۸ بحوالہ بخاری ج ۱ ص ۲۷۸)۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ کا وظیفہ مشورہ کے ساتھ روزانہ آدھی بکری کا گوشت، پہننے کا کپڑا، پیٹ بھرائی روٹی کا غلہ مقرر رہوا۔ ایک روایت کے مطابق سالانہ دو ہزار درھم تنخواہ مقرر ہوئی۔ آپؓ نے مزید کی درخواست کی تو پانچ سو درھم کا اضافہ کیا گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۵۸)

(16) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی خلافت کے ابتداء میں تو نہیں لیتے تھے لیکن جب آپ پر تنگدستی آئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ آپ صبح شام کا کھانا بیت المال سے لیا کریں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول کیا اور سارے گھر والوں کا صبح شام کا کھانا بیت المال سے لیتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۰۰ بحوالہ طبقات ابن سعد وغیرہ)

ان تمام روایات میں مندرجہ ذیل امور ذکر ہوئے: (۱) بیت المال کے لیے صدقات اکٹھے کرنا (۲) قرآن مجید کی تعلیم وتدریس (۳) خلافت اسلامیہ سنبھالنا (۴) اسلامی عدالت میں فیصلے کرنا (۵) قرآن مجید کے دم وتعویذ (۶) قرآن مجید بیچنا (۷) قرآن مجید خریدنا (۸) قرآن مجید لکھنا (۹) اذان وامامت وغیرہ۔ یہ سب دینی امور ہیں نیک اعمال ہیں ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ ان امور پر اجرت جائز ہے۔ تعجب ہے کہ منور صاحب نے قرآن مجید کی کتابت کر کے اُجرت لینے والوں اور قرآن مجید بیچنے اور خریدنے والوں اور اسلامی عدالت کے قاضیوں اور حکومتِ اسلامیہ سنبھالنے والے حکام وامراء اور اسلامی سرحدات کی حفاظت کرنے والے فوجیوں کے خلاف جو کہ دینی فریضہ ادا کرتے ہوئے تنخواہ لیتے ہیں نہ کوئی کتاب لکھی نہ رسالہ نہ صفحہ نہ حرف، اگر لکھا تو علماء وقراء کے خلاف۔ منور صاحب انصاف فرمائیں کہ ان دینی امور کو انجام دے کر تنخواہ لینے والوں کے خلاف کیوں کچھ نہیں لکھا اور علماء وقراء کے خلاف کیوں رسالے اور مضامین لکھ مارے؟ دونوں میں وجہ فرق کیا ہے؟ کیا یہی وجہ نہیں کہ علماء قراء انتقام نہیں لے سکتے اور نہ لیتے ہیں جبکہ حکام وافواج اور سپاہ گن، ہتھیار اور ڈنڈے کے ذریعے انتقام لے سکتے ہیں اس لیے ڈر کے مارے اِن کے خلاف کچھ نہ لکھا اور شرفاء کو معاف نہ کیا۔ (جاری ہے)

قربانی کے مسائل

قربانی کس پر واجب ہے :

(1) جس پر صدقہ فطر واجب ہے اُس پر بقر عید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اگر اتنا مال نہ ہو کہ جس پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہو تو اُس پر قربانی واجب نہیں ہے لیکن پھر بھی اگر کر دے تو ثواب ہے۔

مسئلہ : قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ اولاد کی طرف سے واجب نہیں بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تو تب بھی اس کی طرف سے کرنا واجب نہیں نہ اپنے مال میں سے نہ اُس کے مال میں سے کیونکہ اس پر واجب ہی نہیں ہوتی۔ لیکن اگر باپ اپنے مال میں سے اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے دے تو مستحب ہے۔ بیوی اور بالغ اولاد مالدار ہو تو اُن کو اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔

مسئلہ : بیوی اور بالغ اولاد مالدار ہو اور شوہر بیوی کے لیے اور بالغ اولاد کے لیے اپنے پاس سے قربانی کے جانور لا دے تاکہ وہ قربانی کر سکیں تو جائز ہے۔

مسئلہ : جو بیٹا باپ کے ساتھ باپ کے کاروبار میں لگا ہو اور کاروبار میں اُسکا اپنا حصہ اور ملکیت کچھ نہ ہو تو اگر اِسکے علاوہ بیٹے کے پاس قربانی کا نصاب ہو تو اُس پر قربانی واجب ہوگی اور اگر نہیں ہے تو واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ : عورت کے پاس کچھ مال نہ ہو لیکن اُس نے نصاب کے بقدر مہر شوہر سے ابھی لینا ہو تو اگر مہر معجّل ہو اور شوہر مالدار ہو تو عورت پر قربانی واجب ہے۔ اور اگر مہر معجّل ہو لیکن شوہر فقیر ہے یا مہر ہی موجل ہو خواہ شوہر مالدار ہو یا فقیر ہو تو عورت پر قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ : اگر پہلے اتنا مالدار نہ تھا اِس لیے قربانی واجب نہ تھی۔ پھر بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے سے پہلے کہیں سے مال مل گیا تو قربانی کرنا واجب ہے۔

(2) قربانی مقیم پر واجب ہوتی ہے مسافر پر نہیں :

مسئلہ : قربانی کے تینوں دن اقامت کا ہونا شرط نہیں ہے دسویں گیارہویں تاریخ کو سفر میں تھا پھر بارہویں تاریخ کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر پہنچ گیا یا پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اب قربانی کرنا واجب ہو گیا۔

مسئلہ : دسویں کو گھر میں تھا پھر گیارہویں کو سفر میں چلا گیا اور بارہویں کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر

آ گیا تو قربانی واجب ہوگی۔

مسئلہ : اگر مالدار قربانی کے دن گزرنے سے پہلے سفر پر چلا گیا اور باقی وقت سفر میں گزرا تو اس سے قربانی ساقط ہے۔

مسئلہ : جو شخص حج پر گیا اور حساب سے شرعی مسافر بنتا ہو اُس پر قربانی واجب نہیں مثلاً ایک شخص ۲۵/ ذیقعدہ کو مکہ مکرمہ پہنچا، اب چونکہ منٰی عرفات جانے میں پندرہ دن سے کم ہیں اس لیے یہ شخص مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت بھی کرلے تب بھی مقیم نہیں مسافر ہی رہے گا۔ اس لیے خواہ یہ شخص حج سے پہلے مدینہ منورہ جائے یا نہ جائے ۱۲/ ذی الحجہ تک یہ مسافر رہے گا اور اِس پر قربانی واجب نہ ہوگی۔

قربانی کا وقت :

مسئلہ : ذوالحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے سے پہلے تک قربانی کا وقت ہے چاہے جس دن قربانی کرے لیکن قربانی کا سب سے بہتر دن دسویں کا ہے پھر گیارہویں تاریخ پھر بارہویں تاریخ۔

مسئلہ : دسویں تاریخ کو شہر والوں کے لیے قربانی کا مستحب وقت عید کی نماز اور خطبہ کے بعد ہے جبکہ گاؤں والوں کے لیے کہ جس میں عید کی نماز نہیں ہوتی سورج طلوع ہونے کے بعد ہے۔

مسئلہ : گاؤں والوں کے لیے دسویں تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد بھی قربانی کرنا جائز ہے۔

مسئلہ : امام عید کی نماز پڑھا چکا لیکن ابھی خطبہ نہیں پڑھا کہ کسی نے قربانی کردی تو قربانی جائز ہے۔

مسئلہ : امام کے نماز پڑھانے کے دوران قربانی کی تو قربانی نہیں ہوگی۔

مسئلہ : امام نے نماز پڑھائی پھر لوگوں نے قربانی کی اُس کے بعد پتہ چلا کہ امام کا وضو نہ تھا اور امام نے بلا وضو عید کی نماز غلطی سے پڑھا دی تھی تو قربانی ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ : اگر کسی عذر سے یا بلا عذر پہلے دن یعنی دسویں کو عید کی نماز نہیں ہوئی تو سورج کے زوال سے پہلے قربانی جائز نہ ہوگی البتہ زوال کے بعد جائز ہوگی اور دوسرے دن جب عید کی نماز پڑھی جائے تو نماز سے پہلے بھی قربانی جائز ہے۔

مسئلہ : اگر عید کی نماز ہوئی اور پھر لوگوں نے قربانی کی، بعد میں یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ دن دسویں کا

نہیں نویں ذی الحجہ کا ہے اور چاند دیکھنے میں غلطی ہوگئی تھی تو اگر با قاعدہ گواہی سے چاند کے ہونے کا اعلان کیا گیا تھا تو نماز اور قربانی دونوں جائز ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ : دسویں سے بارہویں تک جب جی چاہے قربانی کرے چاہے دن میں چاہے رات میں لیکن رات کو ذبح کرنا مکروہ تنزیہی ہے شاید کوئی رگ نہ کٹے اور اندھیرے میں پتہ نہ چلے اور قربانی درست نہ ہو۔

مسئلہ : اگر کوئی شہر کا رہنے والا اپنی قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دے تو وہاں اس کی قربانی عید کی نماز سے پہلے بھی درست ہے اگرچہ وہ خود شہر ہی میں موجود ہو، ذبح ہو جانے کے بعد اس کو منگوالے اور گوشت کھائے۔

قربانی کے جانور :

مسئلہ : بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اُونٹ، اُونٹنی اِن جانوروں کی قربانی درست ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ : بکری سال بھر سے کم کی درست نہیں، جب پورے سال بھر کی ہو تب قربانی درست ہے۔ اور گائے، بھینس دو برس سے کم کی درست نہیں، پورے دو برس کی ہو چکے تب قربانی درست ہے۔ اُونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں ہے۔

تنبیہ : بکری جب پورے ایک سال کی ہو جاتی ہے اور گائے جب پورے دو سال کی ہو جاتی ہے اور اونٹنی جب پورے پانچ سال کی ہو جاتی ہے تو اُس کے نچلے جبڑے کے دودھ کے دانتوں میں سے سامنے کے دو دانت گر کر دو بڑے دانت نکل آتے ہیں، نر اور مادہ دونوں کا یہی ضابطہ ہے۔ تو دو بڑے دانتوں کی موجودگی جانور کے قربانی کے لائق ہونے کی اہم علامت ہے لیکن اصل یہی ہے کہ جانور اتنی عمر کا ہو۔ اس لیے اگر کسی نے خود بکری پالی ہو اور وہ چاند کے اعتبار سے ایک سال کی ہوگئی ہو لیکن اس کے دو دانت ابھی نہ نکلے ہوں تو اس کی قربانی دُرست ہے۔ لیکن محض عام بیچنے والوں کے قول پر کہ یہ جانور پوری عمر کا ہے اعتماد نہیں کر لینا چاہیے اور دانتوں کی مذکورہ علامت کو ضرور دیکھ لینا چاہیے۔

مسئلہ : دُنبہ یا بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کے جانوروں میں رکھیں تو سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو سال بھر سے کم لیکن چھ ماہ سے زائد عمر کے دنبہ اور بھیڑ کی قربانی بھی درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہیے۔

مسئلہ : جو جانور اندھا یا کانا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی روشنی سے زیادہ جاتی رہی ہو تو اُس کی قربانی

درست نہیں۔

مسئلہ : جس جانور کا ایک کان تہائی سے زیادہ کٹ گیا ہو یا دُم تہائی سے زیادہ کٹی ہو تو قربانی درست نہیں۔

مسئلہ : جو جانور اتنا لنگڑا ہے کہ فقط تین پاؤں سے چلتا ہے چوتھا پاؤں رکھا ہی نہیں جاتا یا چوتھا پاؤں رکھتا تو ہے لیکن اس سے چل نہیں سکتا، اس کی بھی قربانی درست نہیں اور اگر چلتے وقت وہ پاؤں زمین پر ٹیک کر چلتا ہے اور چلنے میں اس سے سہارا لگتا ہے لیکن لنگڑا کر چلتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ : اتنا دُبلا بالکل مریل جانور جس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ ہو اُس کی قربانی درست نہیں اور اگر اتنا دُبلا نہ ہو تو دبلے ہونے سے کچھ نہیں، اُس کی قربانی درست ہے لیکن موٹے تازے جانور کی قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ : جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں اُس کی قربانی درست نہیں اور اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جتنے باقی ہیں اُن سے اگر وہ چارہ کھا سکتا ہو تو اُس کی قربانی جائز ہے۔

مسئلہ : جس جانور کی پیدائش ہی سے سینگ نہیں ہیں یا سینگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے یا اُوپر سے خول اُتر گیا ہو تو اُس کی قربانی درست ہے۔ البتہ اگر سینگ جڑ سے یعنی دماغ کی ہڈی کے سرے سے ٹوٹ گئے ہوں یا اُکھڑ گئے ہوں اور چوٹ کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ : رسولی والے جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ : بکری کا اگر ایک تھن یا اُس کا سرا کسی آفت سے جاتا رہا ہو یا پیدائش سے ہی نہ ہو تو اُس کی قربانی درست نہیں۔ اُونٹنی اور گائے کے اگر دو تھن یا اُن کے سرے نہ ہوں تو قربانی نہ ہوگی اور اگر صرف ایک نہ ہو تو قربانی ہو جائے گی۔

مسئلہ : بکری کے ایک تھن اور گائے یا اُونٹنی کے دو تھنوں سے دودھ اُترنا بند ہو گیا ہو یعنی وہ سوکھ گئے ہوں اور باقی سے دودھ آتا ہو تو اُس کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ : جلالہ یعنی وہ جانور جو نجاست کھاتا ہو اور اُس کی وجہ سے اُس کا گوشت بدبودار ہو گیا ہو تو اِس حالت میں اس کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ : بکری کی زبان نہ ہو مثلاً کٹ گئی ہو تو اُس کی قربانی درست ہے اور اگر گائے کا زبان تہائی یا زائد کٹی ہوئی ہو اُس کی قربانی درست نہیں کیونکہ گائے اپنی زبان سے چارہ لیتی ہے جبکہ بکری اپنے دانتوں سے لیتی ہے۔

مسئلہ : جس دُنبے کی پیدائش سے چکتی نہ ہو اُس کی قربانی درست نہیں اور اگر چکتی ہو لیکن اگر تہائی یا زائد کٹی ہوئی ہو تو قربانی درست نہیں۔

مسئلہ : بانجھ جانور کی قربانی درست ہے خواہ وہ ابتداء ہی سے بانجھ ہو یا بعد میں ہوگئی ہو۔

مسئلہ : حاملہ جانور کی قربانی ہوجاتی ہے لیکن جس کی ولادت قریب ہو اُس کو ذبح کرنا مکروہ ہے، بچہ جو پیٹ میں سے نکلے وہ اگر زندہ ہو تو اُس کو بھی ذبح کرلیا جائے اور اُس کا بھی کھانا حلال ہوگا اور اگر وہ مردہ نکلے تو اُس کو کھانا جائز نہیں۔

مسئلہ : جو جانور خُنثیٰ ہو اُس کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ : خصی جانور کی قربانی درست ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے دو سینگ دار اور چتکبرے خصی مینڈھوں کی قربانی کی۔

مسئلہ : اگر جانور قربانی کے لیے خرید لیا تب کوئی ایسا عیب پیدا ہوگیا جس سے قربانی درست نہیں تو اِس کے بدلے دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے۔ ہاں اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی کرنا واجب نہیں تو اس کے واسطے درست ہے کہ اِسی جانور کی قربانی کردے۔

مسئلہ : اگر خریدنے کے وقت جانور عیب دار تھا تو غریب کے لیے اُس کی قربانی درست ہے اور اگر عیب دُور ہوجائے تو مالدار کے لیے بھی اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ : اگر ذبح کرتے وقت کوئی عیب لگ جائے تو وہ معاف ہے اور قربانی درست ہوجاتی ہے۔

مسئلہ : گائے، بھینس، اُونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہوکر قربانی کریں تو بھی درست ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو صرف گوشت کی نیت نہ ہو۔ اگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہوگا تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی مثلاً آٹھ آدمیوں نے مل کر ایک گائے خریدی اور اُس کی قربانی کی تو درست نہ ہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ ساتویں سے کم ہے۔ اسی طرح ایک بیوہ اور اس کے لڑکے کو ترکہ میں گائے ملی، اِس مشترکہ گائے کی قربانی کی تو درست نہیں ہوئی کیونکہ اس میں بیوہ کا حصہ ساتویں سے کم ہے۔

مسئلہ : گائے اُونٹ میں بجائے سات حصوں کے صرف دو حصے ہوں یعنی دو آدمی مل کر ایک گائے یا اُونٹ ذبح کریں اور اس طرح دونوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں ساڑھے تین حصے ہوتے ہوں تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ دونوں میں سے کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر تین یا چار یا پانچ یا چھ آدمی مل کر ایک گائے کی قربانی کریں تو جائز ہے۔

مسئلہ : چار آدمیوں نے مل کر چار بکریاں یکساں قیمت کی خریدیں اور ہر بکری پر اُن میں سے ایک کا نام لگائے بغیر ان چاروں کو ذبح کر دیا گیا تو چاروں کی قربانی ہوگئی۔ اگرچہ بہتر یہ ہے کہ ہر جانور پر ایک خاص شخص کا نام لگا دیا جائے کہ یہ فلاں کی ہے اور وہ فلاں کی ہے۔

مسئلہ : کسی نے قربانی کے لیے گائے خریدی اور خریدتے وقت یہ نیت کی کہ اگر کوئی اور مل گیا تو اُس کو بھی اِس گائے میں شریک کرلیں گے اور قربانی کریں گے۔ اس کے بعد کچھ اور لوگ گائے میں شریک ہوگئے تو یہ درست ہے۔

مسئلہ : ایک مالدار آدمی کی گائے خریدتے وقت شریک کرنے کی نیت نہ تھی بلکہ پوری گائے اپنی طرف سے قربانی کرنے کا ارادہ تھا تو اب اس میں کسی اور کو شریک کرنا بہتر نہیں لیکن اگر شریک کرلیا اور قربانی کی تو قربانی درست ہوگئی۔

مسئلہ : اگر مالدار کی بجائے غریب آدمی نے پوری گائے اپنی طرف سے کرنے کی نیت سے خریدی تو اُس کے لیے شریک کرنا جائز نہیں لیکن اگر کسی کو شریک کرلیا تو جس کو شریک کیا ہے اُس کی قربانی ادا ہو جائے گی لیکن اِس غریب پر واجب ہے کہ جتنے حصے اُس نے دوسروں کو دیئے اُن کا تاوان اس طرح ادا کرے کہ اگر ابھی قربانی کے دن باقی ہیں تو اتنے حصے اور قربانی کردے اور اگر قربانی کے دن گزر گئے تو اِن حصوں کی قیمت مساکین کو دیدے۔

مسئلہ : ایک شخص نے اپنی قربانی میں پوری گائے یا اُونٹ ذبح کیا تو کُل کا کُل واجب قربانی میں شمار ہوگا اور اگر ایک شخص نے اپنی قربانی میں دو بکریاں ذبح کیں تو ان میں سے ایک واجب اور ایک نفل ہوگی۔

مسئلہ : سات آدمیوں نے قربانی کے لیے گائے خریدی پھر قربانی سے پہلے اِن میں سے ایک مرگیا تو اگر اُس کے وارثوں نے جو سب بالغ ہوں میت کی طرف سے قربانی کرنے کی اجازت دے دی تو سب کی قربانی درست ہو جائے گی اور اگر اجازت لینے سے پہلے باقی شرکاء نے قربانی کردی تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔

مالدار کے جانور خریدنے سے متعلق مسائل :

مسئلہ : مالدار نے قربانی کے دنوں کے پہلے دن جانور خریدا لیکن ابھی قربانی نہیں کی تھی کہ قربانی کے دن گزرنے سے پہلے وہ فقیر ہوگیا یا اُس نے سب کچھ خرچ کر دیا یہاں تک کہ قربانی کے نصاب سے کم رہ گیا تو اُس سے قربانی ساقط ہو جائے گی اور اگر قربانی کے ایام گزرنے کے بعد فقیر ہوا تو قربانی ساقط نہ ہوگی۔

مسئلہ : اگر جانور خریدا لیکن قربانی نہیں کی یہاں تک کہ قربانی کے دن گزر گئے تو زندہ جانور صدقہ کر دے اور اگر اُس نے جانور ذبح کر کے اُس کا گوشت صدقہ کر دیا تو یہ بھی جائز ہے لیکن اگر ذبح شدہ کے مقابلے میں زندہ جانور کی قیمت زیادہ ہو تو زائد رقم اس کو صدقہ کرنا ہوگی اور اگر جانور ہی نہ خریدا تھا تو جیسی قربانی کی استطاعت تھی اُس کی قیمت صدقہ کرے۔

مسئلہ : اگر جانور خریدا لیکن قربانی نہیں کی پھر جانور کو آئندہ سال تک کھلاتا رہا اور آئندہ عید پر پچھلے سال کی قربانی کا ارادہ کیا تو یہ درست نہیں کیونکہ قربانی میں قضا نہیں ہوتی۔

مسئلہ : اگر قربانی کی نیت سے جانور خریدا خواہ قربانی کے دنوں میں خریدا ہو یا اِن دنوں سے پہلے خریدا ہو پھر خواہ قربانی کی نیت سے خریدا ہو یا بغیر نیت کے خریدا ہو بعد میں قربانی کی نیت کر لی ہو ہر صورت میں جانور قربانی کے لیے متعین نہیں ہوگا اور آدمی کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو یہ جانور فروخت کر کے اس کی جگہ دوسرے جانور کی قربانی دیدے۔

مسئلہ : جانور بغیر نیت کے خریدا پھر زبان سے قربانی کی نذر یوں کہتے ہوئے کی کہ اللہ کے لیے مجھ پر یا کہا میرے ذمہ اِس سال اِس جانور کی قربانی ہے۔ اس صورت میں جانور قربانی کے لیے متعین ہوگیا اور اس کی فروخت جائز نہیں۔

مسئلہ : اگر پہلے جانور کو فروخت کرنے کے بعد دوسرا جانور خرید لیا تو اگر اتنی ہی قیمت پر خریدا تو جائز ہے اور اس کے ذمہ میں مزید کچھ نہ ہوگا اور اگر کمتر قیمت پر خریدا تو زائد قیمت کو صدقہ کرنا ہوگا۔

مسئلہ : قربانی کی نیت سے بکری خریدی جو گم ہوگئی پھر دوسری بکری خریدی لیکن دوسری کو ذبح کرنے سے پیشتر پہلی بکری مل گئی تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے پہلی بکری کی قربانی کرے اور چاہے دوسری بکری کی قربانی کرے اور دوسری بکری ذبح کرنے کے بعد قربانی کے دنوں میں پہلی بکری مل گئی تو پہلی کی قربانی واجب نہیں۔

فقیر کے جانور خریدنے سے متعلق مسائل :

مسئلہ : قربانی کے دنوں میں قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو وہ قربانی کے لیے متعین ہوگیا اور قربانی واجب ہوگئی، اب اس جانور کو فروخت نہیں کرسکتا۔ اگر قربانی نہ کی تو جانور صدقہ کرنا ہوگا۔

مسئلہ : قربانی کے دنوں میں بغیر نیت کے جانور خریدا یا اُس کے پاس جانور پہلے سے موجود تھا اب اس میں قربانی کی نیت کرلی تو قربانی واجب نہیں ہوئی۔

مسئلہ : اگر قربانی کے دنوں سے پہلے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو قربانی واجب نہیں ہوتی لیکن احتیاط اِس میں ہے کہ وہ اِس جانور کی قربانی کردے۔

مسئلہ : قربانی کے دنوں میں فقیر آدمی نے قربانی کی نیت سے ایک جانور خریدا جو گم ہوگیا تو فقیر کے ذمہ کچھ نہیں رہا۔ اگر قربانی کے دنوں میں وہ مل جائے تو قربانی کرنی واجب ہے اور اگر قربانی کے دن گزرنے کے بعد ملے تو وہ جانور صدقہ کردے اور اگر ابھی وہ جانور نہیں ملا تھا کہ فقیر نے قربانی کے دنوں میں کسی طرح سے دوسرا جانور قربانی کی نیت سے خرید لیا تو اِس دوسرے جانور کی قربانی واجب ہوگی۔ پھر اگر قربانی کے دنوں میں دوسرا جانور مل گیا تو اس کی بھی قربانی کرے اور اگر قربانی کے دن گزرنے کے بعد ملے تو اس کو صدقہ کردے۔

دُوسرے کی طرف سے قربانی کے مسائل :

مسئلہ : میت نے اپنے ترکہ میں سے قربانی کرنے کی وصیت کی ہو تو اگر ترکہ کے ایک تہائی میں سے قربانی کی جاسکتی ہو تو قربانی کی جائے گی اور اُس کا سارا گوشت فقراء پر صدقہ کیا جائے گا۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص یہاں موجود نہیں اور دوسرے شخص نے اُس کی طرف سے اُس کے کہے بغیر واجب قربانی کردی تو یہ قربانی صحیح نہیں ہوئی۔ اور اگر گائے میں کسی غائب کا حصہ اس کے کہے بغیر تجویز کردیا تو اور حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہیں ہوئی۔

مسئلہ : کوئی شخص اپنے مال میں سے بطورِ ایصالِ ثواب میت کی طرف سے قربانی کرے تو اس میں دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اپنی طرف سے ایک حصہ قربانی کرکے اُس کا ثواب میت کو پہنچادے، دوسرے یہ کہ اس میت کا نام قربانی کے حصہ پر قرار دے کر قربانی کرے۔ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں اور دونوں صورتوں میں قربانی کرنے والے کو اختیار ہے جتنا چاہے خود کھائے اور جتنا چاہے فقراء کو دے۔

مسئلہ : جو قربانی دوسرے کی طرف سے بطورِ ایصالِ ثواب کی جائے چونکہ وہ قربانی کرنے والے کی ملکیت ہوتی ہے اور دوسرے کو صرف ثواب پہنچتا ہے اِس لیے قربانی کا ایک حصہ ایک سے زائد لوگوں کی طرف سے کیا جاسکتا ہے۔

قربانی کا گوشت اور کھال :

مسئلہ : یہ افضل ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرے۔ ایک حصہ اپنے لیے رکھے ایک حصہ اپنے رشتے داروں اور دوستوں کے لیے اور ایک حصہ فقراء پر صدقہ کرے۔ اگر کوئی زیادہ حصہ فقراء پر صدقہ کردے تو یہ بھی درست ہے اور اگر اپنی عیالداری زیادہ ہے اِس وجہ سے سارا گوشت اپنے گھر میں رکھ لیا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ : قربانی کا گوشت فروخت کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے فروخت کردیا تو اُسکی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے

مسئلہ : قربانی کی کھال یا تو یونہی خیرات کردے یا اُس کو فروخت کرکے اُس کی قیمت صدقہ کردے۔

مسئلہ : گوشت یا کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا کسی اور نیک اور رفاہی کام میں لگانا جائز نہیں، صدقہ ہی کرنا چاہیے۔

مسئلہ : جس طرح قربانی کا گوشت غنی کو دینا جائز ہے اِسی طرح کھال بھی غنی کو دینا جائز ہے جبکہ اس کو بلاعوض دی جائے اس کی کسی خدمت وعمل کے عوض میں نہ دی جائے۔ غنی کی ملک میں دینے کے بعد وہ اگر اس کو فروخت کرکے اپنے استعمال میں لانا چاہے تو جائز ہے۔

مسئلہ : قربانی کا گوشت اور اُس کی کھال کافر کو بھی دینا جائز ہے بشرطیکہ اُجرت میں نہ دی جائے۔

مسئلہ : گوشت یا چربی یا کھال قصائی کو مزدوری میں نہ دے بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ دے۔

مسئلہ : سات آدمی گائے میں شریک ہوئے اور آپس میں گوشت تقسیم کریں تو تقسیم میں اٹکل سے کام نہ لیں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں کیونکہ کسی حصہ کے کم یا زیادہ ہونے میں سود ہوجائے گا خواہ شریک اِس پر راضی بھی ہوں۔ اور جس طرف گوشت زیادہ گیا ہے اُس کا کھانا بھی جائز نہیں۔ البتہ اگر گوشت کے ساتھ سری پائے اور کھال کو بھی شریک کرلیا تو جس طرف سری پائے یا کھال ہو اُس طرف اگر گوشت کم ہو درست ہے چاہے جتنا کم ہو۔ جس طرف گوشت زیادہ ہو اُس طرف سری پائے بڑھائے گئے تو اب بھی سُود رہا۔

مسئلہ : اگر ایک جانور میں کئی آدمی شریک ہیں اور وہ سب آپس میں تقسیم نہیں کرتے بلکہ ایک ہی جگہ

کچا یا پکا کر فقراء واحباب میں تقسیم کریں تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ : تین بھائی یا زیادہ یعنی سات تک بھائی ایک گائے میں شریک ہوں اور کہیں کہ اپنی اپنی ضرورت کا گوشت لے لو اور باقی فقراء پر تقسیم کردو تو یہ جائز نہیں بلکہ یا تو پہلے کچھ فقراء کو دے کر پھر باقی کو برابر برابر تقسیم کرلیں یا پہلے برابر برابر تقسیم کریں پھر ہر ایک اپنے حصہ میں سے فقراء کو دے۔

متفرق مسائل :

مسئلہ : اُونٹ میں نحر افضل ہے اور ذبح بھی جائز ہے جبکہ گائے بکری میں ذبح مستحب ہے۔

مسئلہ : تنہا ایک شخص پوری گائے ذبح کرے تو پوری گائے ایک قربانی ہوکر کُل کی کُل واجب ہوئی۔

مسئلہ : اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر کوئی خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو یا اُس کی ہمت نہ ہوتی ہو تو کسی اور سے ذبح کرالے اور ذبح کے وقت جانور کے سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔

مسئلہ : قربانی کرتے وقت زبان سے نیت کہنا اور دعا پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر دل میں خیال کرلیا کہ مین قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں پڑھا فقط زبان سے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کردیا تو بھی قربانی درست ہوگئی لیکن اگر یاد ہو تو دعا پڑھ لینا بہتر ہے۔ ذبح سے پہلے کی یہ دعا ہے :

"اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ . اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ .لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ .

ذبح کے بعد کی دعا :

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ .

مسئلہ : قربانی کی رسی وغیرہ سب چیزیں خیرات کردے۔

مسئلہ : جس پر قربانی واجب تھی لیکن اُس نے برسوں قربانی نہیں کی تو وہ گناہ کی معافی بھی مانگے اور جتنے سالوں کی قربانی رہ گئی اس قدر قیمت کا صدقہ کردے۔

مسئلہ : قربانی سے پہلے قربانی کے جانور کا دودھ دوہا ہو یا اُس کی اُون اُتاری ہو تو اُس کو صدقہ کرنا لازم ہے

عقیقہ کے مسائل

جس کے یہاں کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو مستحب ہے کہ ساتویں دن اُس کا نام رکھ دے اور عقیقہ کردے۔ عقیقہ کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ بچے سے بلائیں دُور ہو جاتی ہیں اور آفتوں سے حفاظت رہتی ہے۔

مسئلہ : عقیقہ میں اگر لڑکا ہو تو دو بکری یا دو بھیڑ اور لڑکی ہو تو ایک بکری یا بھیڑ ذبح کرے یا گائے کی قربانی میں لڑکے کے لیے دو حصے اور لڑکی کے لیے ایک حصہ لے لے۔ کسی کو زیادہ طاقت نہ ہو اور اُس نے لڑکے کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کیا تو یہ بھی جائز ہے، اور اگر عقیقہ بالکل ہی نہ کرے تب بھی کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ : اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کرے تو جب کرے ساتویں دن ہونے کا خیال کرنا بہتر ہے اور اِس کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا ہو اُس سے ایک دن پہلے عقیقہ کرے یعنی اگر جمعہ کو پیدا ہوا ہو تو جمعرات کو عقیقہ کردے اور اگر جمعرات کو پیدا ہوا ہے تو بدھ کو کرے۔

مسئلہ : قربانی کے لیے جانور میں جو باتیں شرط ہیں وہی عقیقہ میں بھی شرط ہیں اس لیے جس جانور کی قربانی جائز نہیں اس کا عقیقہ بھی درست نہیں اور جس کی قربانی درست ہے اس کا عقیقہ بھی درست ہے۔

مسئلہ : عقیقہ کے گوشت میں بھی وہ تقسیم افضل ہے جو قربانی میں بیان ہوئی۔

مسئلہ : عقیقہ کا گوشت چاہے کچا تقسیم کرے چاہے پکا کر بانٹے چاہے دعوت کر کے کھلا دے سب درست ہے۔

مسئلہ : عقیقہ کے گوشت اور کھال کے وہی احکام ہیں جو قربانی کے ہیں۔

مسئلہ : ذبح کے بعد عقیقہ کے جانور کی ہڈی توڑنا جائز ہے۔

مسئلہ : کوئی عقیقہ میں گائے یا پورا اُونٹ کردے تو یہ پورا ہی عقیقہ بن جائے گا۔

مسئلہ : اگر کوئی بالغ ہو کر اپنا عقیقہ خود کرے تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ : عقیقہ کیے جانے سے پہلے بچہ وفات پا جائے تو بعد میں اُس کا عقیقہ مستحب نہیں۔ البتہ اگر بچے کی شفاعت کی اُمید سے کردیا جائے تو گنجائش ہے۔ (ماخوذ از مسائل بہشتی زیور)

نعت النبی ﷺ

محترم سعید اقبال سعیدؔ

محفلِ مہتاب و انجم میں نمایاں آپ ہیں
پھول میں نسرین میں نرگس میں خنداں آپ ہیں

نور و نکہت آپ ہیں جانِ گلستاں آپ ہیں
موسمِ گل آپ ہیں فصلِ بہاراں آپ ہیں

سب سے اعلیٰ آپ ہیں سب میں نمایاں آپ ہیں
آپ سا کوئی نہیں شہکارِ یزداں آپ ہیں

جانِ رحمت آپ ہیں رحمتِ بداماں آپ ہیں
میزبان اللہ ہے تو اس کے مہماں آپ ہیں

آپ کی خاطر بنایا ہے جہاں اللہ نے
سچ تو یہ ہے باعثِ تعمیر انساں آپ ہیں

داستانِ آدم و حوا بڑی دلچسپ ہے
داستانِ آدم و حوا کا عنواں آپ ہیں

اس اندھیری رات کے سینے سے پھوٹے گی کرن
اس اندھیری رات کی صبح درخشاں آپ ہیں

آپ کی یادیں ہیں سرمایہ مرا حاصل مرا
میری دُنیا آپ ہیں دل آپ ہیں جاں آپ ہیں

اس جہانِ رنگ و بو میں جس طرف بھی دیکھئے
عطر افشاں گل بداماں کیف ساماں آپ ہیں

دل مرا خاموش ہے اور لب پہ ہے ذکرِ رسولؐ
دل میں گویا آپ ہیں لب پہ نمایاں آپ ہیں

قوم کا غم بھی ہے اُن کو اور خوشی بھی ہے سعیدؔ
گُل میں خنداں آپ ہیں شبنم میں گریاں آپ ہیں

قسط : ۲، آخری

حُسنِ ادب اور اُس کی اہمیت

﴿ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

بات چیت میں تمیز اور ادب کی تعلیم :

(۱۵) سلطان نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ ہمارے پیر حضرت فرید گنج شکر رحمہ اللہ کے پاس ''عَوَارِفُ الْمَعَارِفْ'' کا جو نسخہ تھا اُس کا خط باریک تھا اور غلط بھی بہت تھا۔ شیخ جب اُس کو سامنے رکھ کر بیان فرماتے تو جگہ جگہ کچھ غور کرنا اور رُکنا پڑتا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ شیخ کے بھائی نجیب الدین متوکل کے پاس عوارف کا بہت عمدہ وصحیح نسخہ موجود ہے لہٰذا میں نے اس کو شیخ سے کہا، شیخ کو یہ بات گراں گزری، چند دفعہ فرمایا کہ جی ہاں اس فقیر کو غلط نسخہ کی تصحیح کی لیاقت نہیں ہے۔ پہلے تو میں نہیں سمجھا لیکن جب میری سمجھ میں آیا کہ میری نسبت یہ فرمار ہے ہیں تو میں کھڑا ہو گیا اور اپنے سر سے ٹوپی اُتار کر اپنا سر شیخ کے قدموں میں ڈال دیا اور عرض کیا کہ معاذ اللہ میری یہ غرض نہیں تھی بلکہ میں نے وہ نسخہ دیکھا تھا یاد آ گیا، آپ سے عرض کیا لیکن میری معذرت کچھ مؤثر نہیں ہوئی۔ شیخ کے بشرہ سے ناخوشی کا اثر بالکل پہلے جیسا ظاہر ہوتا تھا، میں سخت حیرانی و پریشانی کی حالت میں مجلس سے باہر آیا، اُس دن جو غم مجھ کو تھا وہ کسی کو نہ ہو، جی چاہتا تھا کہ کنویں میں گر کے جان دے دُوں، میرے اس اضطراب کی خبر شیخ کے صاحبزادہ مولانا شہاب الدین کو ہوئی، وہ مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے انھوں نے میرا حال بہت اچھے انداز میں شیخ سے بیان کیا اُس وقت شیخ خوش ہوئے اور مجھ کو بُلا کر بڑی شفقت ومہربانی کا اظہار فرمایا اور ارشاد کیا کہ: ''یہ سب میں نے تمہاری حالت کے کمال کے لیے کیا تھا کہ پیر مشاطۂ مرید ہے''۔ اس کے بعد شیخ نے اپنی خاص پوشاک سے مجھ کو سرفراز فرمایا۔ (اخبار الاخیار/ ۶۹)

(۱۶) امام احمدؒ کے پاس حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے مولی (آزاد کردہ غلام) آئے، تو امام نے ان کی طرف تکیہ بڑھا دیا اور ان کی بڑی عزت کی، امام کا معمول تھا کہ کوئی قابلِ عزت آدمی آتا تو اپنا تکیہ (یا مسند) اُس کی طرف بڑھا دیتے تھے۔ ایک بار ابو ہمام آپ کے پاس سواری پر آئے تو امامؒ نے رکاب تھام لی (آداب شرعیہ ۱/ ۴۷۰)

(۱۷) ایک بار حضرت وکیعؒ ، امام سفیان ثوریؒ کے لیے تعظیماً کھڑے ہوئے تو انھوں نے اعتراض کیا، حضرت وکیعؒ نے فرمایا کہ آپ ہی نے یہ حدیث نبوی مجھے سنائی ہے "**ان من اجلال اللّٰہ اجلال ذی الشیبة المسلم**" امام سفیانؒ خاموش ہو گئے اور وکیعؒ کا ہاتھ پکڑ کر اُن کو اپنے پہلو میں بٹھالیا۔(الاداب الشرعیہ ۱/ ۴۶۸)

(۱۸) محدث کبیر امام ابوزرعہؒ نہ کسی کے لیے کھڑے ہوتے نہ کسی کو اپنے مسند پر بٹھاتے تھے مگر محدث ابن وارہؒ کے لیے یہ دونوں کام کرتے تھے۔(الاداب الشرعیہ ۱/ ۴۶۸)

(۱۹) سلیمان بن عبدالملک امیر المؤمنینؒ جب حج کو گئے تو اپنے دونوں بیٹوں کو ساتھ لے کر عطاء ابن ابی رباحؒ کی خدمت میں مسائل پوچھنے کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرت عطاءؒ اُس وقت نماز پڑھ رہے تھے، سلیمان بیٹھے انتظار کرتے رہے، جب عطاء فارغ ہوئے تو انھوں نے سلیمان کی طرف رُخ بھی نہیں کیا۔ سلیمان اسی طرح مناسکِ حج پوچھتے رہے جب پوچھ چکے تو اپنے بیٹوں سے کہا اُٹھو چلو، پھر کہا بیٹو! علم حاصل کرنے میں سستی نہ کرو، میں اس حبشی غلام کے سامنے اپنے ذلیل ہونے کو نہیں بھول سکتا۔(**صفوة الصفوة** ۲/ ۱۱۹)

(۲۰) سعید بن مسلمؒ کہتے ہیں کہ جلالت وعظمت میں علم سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ ابن داب انساب واخبار کے حافظ تھے اور خلیفہ ہادی کے ندیم، مگر اس کے ساتھ یا اس کے سامنے کھانا نہیں کھاتے تھے۔ سبب پوچھا گیا تو کہا کہ میں ایسی جگہ کھانا نہیں کھاتا جہاں ہاتھ نہ دھو سکوں۔ خلفاء وملوک کے سامنے ہاتھ دھونا دربار کے آداب کے خلاف تھا۔ ہادی کو معلوم ہوا تو اُس نے ان کو اپنے سامنے ہاتھ دھونے کی اجازت دی، چنانچہ اور سب لوگ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد باہر جا کر ہاتھ دھوتے تھے اور ابن داب ہادی کے سامنے ہاتھ دھویا کرتے تھے۔(معجم الادباء ۱۶/ ۱۵۵)

(۲۱) حاکم خراسان عبداللہ بن طاہر کے صاحبزادے طاہر اپنے باپ کی زندگی میں حج کو آئے تو اسحاق بن ابراہیم نے اپنے گھر پر علمائے مکہ کو مدعو کیا تا کہ طاہر اِن سے مل لے اور اِن سے کچھ پڑھے۔ اس دعوت کو اور سب لوگوں نے تو قبول کیا اور ہر قسم کے اہلِ علم شریک مجلس ہوئے مگر ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ "**العلم یقصد**" یعنی علم کے پاس خود آنا چاہیے۔ اسحاق اس جواب پر خفا ہو گیا اور عبداللہ بن طاہر کی طرف سے ابوعبیدؒ کو دو ہزار درہم ماہانہ وظیفہ ملتا تھا اُس کو بند کر دیا، اور ابوعبیدؒ کے جواب کی اطلاع ابن طاہر کے پاس بھیج دی۔ ابن طاہر کو جب یہ اطلاع پہنچی تو اس نے اسحاق کو لکھ بھیجا کہ ابوعبیدؒ نے بالکل سچی بات کہی ہے اور آج

سے میں ان کا وظیفہ دوچند کرتا ہوں، تم اس پر عمل کرو اور اُن کا بقایا ادا کرو۔ (معجم الادباء ۱۶/۲۶۱)

تذکرۃ السامع کی ایک فصل کا خلاصہ :

قاضی القضاۃ امام بدرالدین بن جماعۃ نے تعلیم وتعلم کے آداب اور اُستاد و شاگرد کے باہمی برتاؤ کے باب میں ایک نہایت جامع اور نفیس کتاب لکھی ہے۔ اس کے تیسرے باب کی دوسری فصل کا عنوان یہ ہے **الفصل الثانی فی آداب مع شیخه وقدوته وما یجب علیه من عظیم حرمته .** (دوسری فصل استاذ و مقتدا کے ساتھ ادب، اور اس احترام عظیم کے بیان میں جو شاگرد پر واجب ہے) یہاں پر ہم اسی فصل کے مضامین کا خلاصہ پیش کرنا چاہتے ہیں :

(۱) لازم ہے کہ شاگرد اپنے جملہ اُمور میں اپنے اُستاد کا مطیع و منقاد رہے، اس کی رائے و تدبیر سے باہر نہ ہو، جس طرح بیمار حکیم حاذق کے ہاتھ میں ہوتا ہے اسی طرح اپنے کو اس کے ہاتھ میں دیدے، جس بات کا قصد کرے اس میں مشورہ کرے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے، اس کے احترام میں مبالغہ اور اس کی خدمت کو قربِ خداوندی کا موجب جانے اور یقین کرے کہ استاد کے سامنے ذلیل ہونا عزت ہے، اس کے لیے جھکنا فخر ہے اور اس کے لیے تواضع سربلندی۔ امام شافعیؒ کو کسی نے ملامت کی کہ علماء کے لیے اس قدر کیوں تواضع کرتے ہیں؟ تو فرمایا :

اھین لھم نفسی فھم یکرمونھا ولن تکرم النفس التی لا تھینھا

یعنی میں اپنے کو اُن کے آگے ذلیل کرتا ہوں تو وہ میری عزت افزائی کرتے ہیں اور جس نفس کو تو ذلیل نہ کرے اُس کی عزت نہیں ہوسکتی۔

حضرت ابن عباسؓ نے باوجود اپنی بزرگی و مرتبہ کے (کہ خاندان نبوت میں سے تھے اور رسول خدا ﷺ کے چچازاد بھائی) حضرت زید بن ثابتؓ انصاری کی رکاب اپنے ہاتھ سے تھامی اور فرمایا کہ ہم کو اپنے علماء کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرنے کا حکم ملا ہے۔ حضرت امام احمدؒ (باوجود اپنی دینی و علمی عظمت و امامت کے) جب خلف احمر لغویؒ کی مجلس میں جاتے تو فرماتے کہ میں آپ کے سامنے ہی بیٹھوں گا (یعنی شاگردوں کی طرح بیٹھوں گا، برابر نہیں بیٹھ سکتا) ہم کو یہی حکم ہے کہ جس سے علم سیکھیں اس کے لیے تواضع کریں۔

(۲) اپنے اُستاذ کو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھے اور اُس کے کمال کا پختہ اعتقاد رکھے۔ سلف میں بعض

حضرات یہ دعا کرتے تھے کہ خداوندا! میرے اُستاذ کا عیب مجھ پر ظاہر نہ ہو کہ اس سے بے اعتقادی پیدا ہو کر میرے پاس سے اس کے علم کی برکت جاتی رہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں امام مالکؒ کے سامنے ورق بھی بہت آہستہ اُلٹتا تھا کہ اس کی آواز اُن کو سنائی نہ دے۔ امام ربیعؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی نظر کے سامنے مجھ کو کبھی پانی پینے کی جرأت نہ ہوئی۔

خلیفہ مہدی کا کوئی لڑکا قاضی شریکؒ کے پاس آیا اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ پھر اُس نے ایک حدیث پوچھی، شریک نے کچھ توجہ نہیں کی، اُس نے پھر پوچھا، انھوں نے پھر توجہ نہیں کی، تب اُس نے کہا آپ خلفاء کی اولاد (شہزادوں) کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ شریکؒ نے فرمایا کہ ہاں مگر علم اللہ کے نزدیک اِس سے کہیں برتر ہے کہ میں اس کو برباد کروں۔

اپنے استاذ کو دور سے نہ پکارے، اوریا سیدی، یا اُستاذی اور **ایھا العالم ، ایھا الحافظ** کہہ کے پکارے، عربی میں جمع کا صیغہ **ماتقولون** اور **مارأیکم** اختیار کرے۔ اس کی غیبوبت میں بھی تعظیمی القاب کے ساتھ اُس کا ذکر کرے، تنہا نام نہ لے۔

(۳) اُس کا حق پہچانے اور کبھی اس کا احسان نہ بھولے، امام شعبہؒ کا ارشاد ہے کہ میں ایک حدیث بھی کسی سے سن لیتا ہوں تو اُس کی زندگی بھر کے لیے اُس کا غلام بن جاتا ہوں۔ تعظیمِ اُستاد میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی اُس کی غیبت کرے تو تم تردید کرو، اور استاد کی حمایت کرو اور اگر یہ نہ کرسکو تو اس مجلس سے اُٹھ جاؤ **وینبغی ان یدعولہ مدۃ حیاتہ ویرعی ذریتہ واقاربہ واولادہ بعد وفاتہ ویتعمد زیارۃ قبرہ والاستغفار لہ والصدقۃ عنہ ویسلک فی السمت والھدی مسلکھم ویراعی فی العلم والدین عادتہ ویقتدی بحرکاتہ وسکناتہ فی عاداتہ وعباداتہ** یعنی شاگرد کو چاہیے کہ استاد کی زندگی بھر استاد کے لیے دعا کرے اور مرنے کے بعد اُس کی اولاد اور رشتہ داروں اور اُس کے دوستوں کا لحاظ کرے اور بالقصد اُس کی قبر کی زیارت، اُس کے لیے استغفار اور اُس کی طرف سے صدقہ کرے اور اس کے چال ڈھال کی پیروی کرے، علم و دین میں اُس کی عادات کا لحاظ، اور خواہ عبادت ہو یا عادت ہر ایک میں اس کے حرکات و سکنات کی اقتدا کرے۔

جس طرح سے امام ابوداؤدؒ امام احمدؒ کے، اور وہ وکیعؒ کے، اور وہ سفیانؒ کے اور وہ منصورؒ کے، اور وہ ابراہیم نخعیؒ کے اور وہ علقمہؒ کے، اور وہ حضرت ابن مسعودؓ کے، اور وہ رسول خدا ﷺ کے مشابہ تھے، نشست

وبرخاست میں رفتاروگفتار میں۔

(۴) اُستاد سے سخت مزاجی یا بدخلقی بھی صادر ہوتو صبر کرے، اور اس کی وجہ سے اُس کے پاس آنے جانے میں یا عقیدت میں فرق نہ پڑنے پائے۔ لازم ہے کہ اس کے فعل کی کوئی عمدہ تاویل کرے اور اس سختی وبدمزاجی کے موقع پر اپنے ہی کو قصوروار قرار دے اور معذرت میں سبقت کرے اور اپنی حرکت سے توبہ واستغفار کرنا ظاہر کرے، اسی میں شاگرد کی دنیاوآخرت کا نفع ہے۔ امام معانی بن عمران ؒ نے فرمایا کہ جو عالم پر خفا ہوتا ہے اُس کی مثال اُس شخص کی ہے جو جامع مسجد کے کھمبوں پر خفا ہو۔

ابن عینیہؒ سے کسی نے کہا کہ یہ طالب علم لوگ اتنی دُور دُور سے آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ اِن پر خفا ہوتے ہیں کہیں وہ آپ کو چھوڑ کر چل نہ دیں۔ ابن عینیہؒ نے کہا وہ تمہارے ہی جیسے احمق ہوں گے اگر میری بدخلقی کی وجہ سے اپنے نفع کی چیز چھوڑ دیں۔

امام ابویوسفؒ نے فرمایا کہ انسان پر عالم کی مدارات واجب ہے یعنی اُس کی تندی وسختی کو اپنی نرمی سے دفع کرنا۔

(۵) اُستاد کوئی اچھی بات بتائے یا کسی بری بات پر تنبیہ کرے تو اُس کی شکرگزاری ضروری ہے اور جب وہ کوئی نکتہ بتائے تو تمہیں اگر پہلے سے وہ معلوم ہے جب بھی یہ ظاہر نہ کرو کہ یہ تو مجھ کو پہلے سے معلوم ہے۔

(۶) اُستاد کے دروازہ پر ادب کے ساتھ آہستہ دستک دے۔ پہلے ناخنوں سے دستک دے، نہ کام چلے تو انگلیوں سے، ہاں اگر دُور رہتا ہو تو بقدرِ ضرورت دستک کی آواز بڑھا سکتا ہے۔ اُستاد کے پاس گیا اور وہاں کچھ لوگ اُس سے بات کر رہے ہوں اور اُس کو دیکھ کر خاموش ہوگئے تو یہ جلدی سے اُٹھ کر چلا آئے الا یہ کہ اُستاد خود مزید ٹھہرنے کے لیے کہے۔ اُستاد سورہا ہے تو اُس کو جگائے نہیں بلکہ انتظار کرے۔ حضرت ابن عباسؓ حضرت زیدؓ کے دروازہ پر بیٹھے اُن کا انتظار کرتے رہتے تھے، لوگ کہتے کہ جگادیا جائے تو فرماتے کہ نہیں، حالانکہ کبھی کبھی دیر تک انتظار کرنے کی وجہ سے دھوپ کی تکلیف برداشت کرنا پڑتی۔

(۷) اُستاد کے سامنے نہایت ادب سے بیٹھے جس سے تواضع وخضوع اور سکون وخشوع مترشح ہوتا ہو، اور ہمہ تن اُس کی طرف متوجہ ہو، بلاضرورت دائیں بائیں اُوپر نیچے نہ دیکھے، کوئی شور سن کر مضطرب نہ ہوجائے، اُستاد کے پاس بیٹھا ہوا آستین نہ چڑھائے، ہاتھ پیر سے نہ کھیلے، ڈاڑھی اور منہ پر ہاتھ نہ رکھے، ناک نہ

کریدے، دانتوں پر ناخن سے نہ مارے، زمین پر ہاتھ نہ ٹیکے، اس پر لکیر نہ بنائے، انگلی نہ چٹخائے، گھنڈی یا بٹن سے نہ کھیلے، اُس کے سامنے کسی چیز سے ٹیک نہ لگائے، کسی چیز پر ہاتھ ٹیک کے نہ بیٹھے، ہاتھ پر ٹیک لگائے پیچھے کو جھکا ہوا نہ رہے، اُس کی طرف پیٹھ یا پہلو نہ کرے، زیادہ بات نہ کرے، بے ضرورت کھنکھارے نہیں، نہ تھوکے، نہ بلغم نکالے، چھینکے تو منہ چھپا کے بہت آہستہ سے۔

طلبہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں :

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حقوقِ عالم کے باب میں جو نصیحتیں کی ہیں اُن میں ایک یہ ہے کہ عالم کو کوئی کام پیش آئے تو تم اُس کا کام کرنے کے لیے سب سے آگے بڑھو، اُس کی مجلس میں آہستہ آہستہ بات کرو، خدا کے واسطے اس کی توقیر کرو، اُس سے لغزش ہو جائے تو اُس کی معذرت قبول کرو۔

دوسرے بزرگوں نے فرمایا کہ اُستاد کے پہلو میں نہ بیٹھو، وہ کہے تب بھی نہ بیٹھو مگر جب جانو کہ نہ بیٹھنے سے اُس کو صدمہ ہوگا تب مضائقہ نہیں ہے۔

(۸) اُس کے ساتھ بڑے ادب سے گفتگو کرے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے لِمَ ؟ (کیوں) نہ کہے، اسی طرح لَا نُسَلِّمُ (ہم نہیں مانتے) یا مَنْ نَقَلَ ھٰذَا (اس کو کس نے نقل کیا ہے) یا اَیْنَ مَوْضِعُہٗ (یہ کہاں لکھا ہے) یہ الفاظ نہ بولے۔

بعض سلف نے فرمایا کہ جو اپنے استاد سے لِمَ (یعنی یہ کیوں؟) کہے وہ کبھی فلاح نہ پائے گا، اُستاد سے بات کرنے میں اِس کا خیال رکھے کہ اس طرح کے الفاظ نہ آنے پائیں سمجھا؟ ہے نا؟ وغیرہ۔

(۹) جو بات تم کو معلوم ہے اُس کو بھی اُستاد کی زبان سے اس طرح سنو جیسے تمہیں معلوم نہ تھی اور اس کی طلب تھی اور اس پر خوشی کا اظہار کرو بلکہ اگر اس کو شروع کرنے کے بعد تم سے پوچھے کہ تم کو معلوم ہے تو یوں جواب دو کہ میں حضرت کی زبان سے اس کو سننا چاہتا ہوں یا جناب جو بات فرما دیں گے وہ زیادہ صحیح ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

(۱۰) اُستاد کو کوئی خط، درخواست یا استفتاء وغیرہ تہ کیا ہوا نہ دے کہ اس کو کھولنے کی زحمت ہو، اسی طرح کتاب دے تو اُلٹی نہ دے، کوئی خاص مقام دکھانا ہو تو وہ مقام نکال کر دے اور جگہ بتا دے۔ اُستاد کوئی چیز دیتا ہو تو اس طرح نہ لے کہ خود اُستاد کو ہاتھ بڑھانا یا کھسکنا پڑے۔ اسی طرح کوئی چیز اس سے لینے کے لیے کھسک کر نہ جائے بلکہ کھڑے ہو کر اور اپنے پیر یا ہاتھ وغیرہ سے اُستاد کے کپڑوں کو نہ دبائے، قلم دے تو روشنائی میں ڈبو کر،

دوات سامنے رکھے تو کھول کر، اُستاد کے سامنے خود مصلّٰی پر نہ بیٹھے، اُستاد مجلس سے کھڑا ہو تو فوراً اُس کا جوتا پیش کرے یا سیدھا کرے، یا کسی اعانت کا محتاج ہو تو اُس اعانت کے لیے شاگردوں کو مبادرت کرنی چاہیے۔

(۱۱) اُستاد کے ساتھ رات کو آگے اور دن کو پیچھے چلے، مگر جب کہ اس کے خلاف میں کوئی دوسری مصلحت ہو تو خلاف میں مضائقہ نہیں۔ نامعلوم مقامات میں جیسے کیچڑ کی جگہ، ناپدان، نالی وغیرہ کے پاس خود آگے بڑھ جائے۔ آگے چلے تو ہر تھوڑی دیر کے بعد مڑ کر اُستاد کو دیکھ لے، اُستاد کی رائے غلط بھی ہو تو یہ نہ کہے کہ غلط ہے یا یہ رائے ٹھیک نہیں ہے بلکہ اِس طرح کہے کہ مجھ کو یوں کرنے میں مصلحت معلوم ہوتی ہے۔ (تذکرۃ السامع والمتکلم از ۸۷ تا ۱۱۲)

الآداب الشرعیہ ۲/ ۱۷۹ میں ابن الجوزیؒ کے حوالہ سے چند آداب مذکور ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ جب محدث کوئی ایسی حدیث بیان کرے جس کو سامع طالب علم پہلے سے جانتا ہے تو اُس کو اس میں مداخلت نہ کرنی چاہیے۔ حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی بعض نوجوان مجھ سے کوئی حدیث بیان کرتے ہیں اور میں اُس کو اِس طرح سنتا ہوں جیسے وہ میرے کان میں نہیں پڑی ہے حالانکہ میں اس کو اس نوجوان کی پیدائش سے پہلے سن چکا ہوں۔ ابن وہبؒ بھی اپنی عادت یہی بیان کرتے تھے۔ حضرت عطاءؒ کی مجلس میں ایک شخص نے ایک حدیث بیان کرنی شروع کی، ایک دوسرا شخص بیچ میں دخل دینے لگا تو انھوں نے فرمایا مَا هٰذِهِ الْاَخْلَاقُ مَا هٰذِهِ الْاَخْلَاقُ میں تو بعض آدمیوں کی زبانی ایک حدیث سنتا ہوں اور اس کو بیان کرنے والے سے زیادہ جانتا ہوں پھر بھی اس طرح سنتا ہوں جیسے مجھے کچھ نہیں معلوم۔ (صفۃ الصفوۃ ۲/ ۱۲۱)

خالد بن صفوانؒ نے کہا جب تمہارے سامنے کوئی آدمی تمہاری سنی ہوئی حدیث یا جانی ہوئی خبر بیان کرے تو یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ میں اِس کو جانتا ہوں اس میں شرکت نہ کرو مثلاً بیچ بیچ میں بول نہ پڑو کہ ایسا کرنا خفیف حرکت اور بے ادبی ہے۔

ازانجملہ یہ ہے کہ جب طالب علم کو کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو صبر کرے تا آنکہ اُستاد کی بات ختم ہو، اُس کے بعد ادب اور نرمی سے پوچھے، درمیان میں اُن کی بات نہ کاٹے۔ ایک حکیم نے اپنے لڑکے کو نصیحت کی حُسنِ کلام کی طرح حُسنِ استماع بھی سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اور حسنِ استماع یہ ہے کہ متکلم کو اپنی بات پوری کرنے کی مہلت دو، اور اپنا منہ اور نگاہ اُس کی طرف متوجہ رکھو اور کوئی بات تمھیں معلوم بھی ہو تو دخل مت دو خاموشی سے سنو۔

ازانجملہ یہ ہے کہ دوسرے سے کوئی مسئلہ یا بات پوچھی جارہی ہو تو تم مجیب نہ بن جاؤ۔ حکیم لقمانؒ نے اپنے بیٹے سے کہا اِیَّاکَ اِذَسُئِلَ غَیْرُکَ اَنْ تَکُوْنَ الْمُجِیْبُ خبردار! دوسرے سے سوال ہو تو تم مجیب نہ بنو۔ ابن بطہؒ کہتے ہیں میں ابوعمر زاہدؒ کی مجلس میں تھا، کسی نے اُن سے ایک مسئلہ پوچھا، میں نے پیش قدمی کرکے جواب دے دیا، تو ابوعمر نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ فضولیات کے ماہر معلوم ہوتے ہیں، یہ سن کر میں بہت شرمندہ ہوا۔

اسی کتاب الآداب الشرعیہ میں ہے کہ ابوعبیدؒ فرماتے تھے علم کا شکر یہ بھی ہے کہ تم جب کسی سے علمی مذاکرہ کرو، اور اُس مذاکرہ سے تم کو نئی معلومات حاصل ہوں تو بعد میں جب کبھی ان معلومات کا ذکر آجائے تو تم کو صاف صاف کہنا چاہیے کہ مجھے ان کی نسبت کچھ معلوم نہ تھا، تا آنکہ فلاں سے مذاکرہ ہو تو اُس نے مجھے یہ بتایا، ایسا کروگے تو علم کا شکریہ ادا ہوگا اِس طرح بیان نہ کرو کہ گویا تم اپنی طرف سے یہ تحقیق بیان کررہے ہو۔ (۱۷۹/۲)

اسی کتاب میں امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ اس علم کو کوئی حکومت اور عزتِ نفس سے حاصل کرکے فلاح نہ پائے گا، ہاں جو اِس کو ذلت نفس اور عسرت برداشت کرکے اور علم کی خدمت اور تواضع کرکے حاصل کرے وہ فلاح پائے گا۔ (الآداب الشرعیہ ۲/ ۲۷)

اصمعیؒ سے منقول ہے کہ جو آدمی شاگردی کی ذلت تھوڑی دیر برداشت نہ کرے وہ جہالت کی ذلت میں عمر بھر گرفتار رہے گا۔ ابن المعتزؒ نے کہا کہ جو طالب متواضع ہوگا اُسی کو زیادہ علم حاصل ہوگا، جس طرح پست جگہ میں زیادہ پانی اکٹھا ہوتا ہے۔ حضرت زین العابدینؒ مسجد میں آتے تو انبوہ میں گھس کر زید بن اسلمؒ (حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام) کے حلقہ میں جا بیٹھتے، کسی نے ٹوکا تو فرمایا کہ علم کی شان یہی ہے اُس کے پاس آیا جائے اور طلب کیا جائے جہاں کہیں بھی ہو۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن امام اعمشؒ کسی طالب علم پر غضبناک ہوگئے، دوسرے طالب علم نے کہا مجھ پر اِس طرح خفا ہوتے تو میں ان کے پاس بھی نہ آتا، یہ سن کر امام اعمشؒ نے فرمایا کہ تمہاری طرح وہ بھی احمق ہے کہ میری کج خلقی کی وجہ سے اپنے نفع کی چیز چھوڑ بیٹھے۔ (الآداب الشرعیہ ۲/ ۲۸۔۲۹)

علامہ ابن الجوزیؒ نے فرمایا کہ اپنے سے زیادہ عمر یا علم والے کی موجودگی میں تحدیثِ نعمت نہ کرے۔ امام شعبیؒ جب ابراہیم نخعیؒ کے ساتھ ہوتے تھے تو ابراہیم کلام نہیں فرماتے تھے۔ امام سفیان ثوریؒ نے ابن عیینہؒ سے ایک بار فرمایا کہ آپ حدیث کیوں نہیں سناتے یعنی روایت حدیث کا مشغلہ کیوں نہیں اختیار فرماتے؟ تو انھوں نے

کہا کہ آپ جب تک زندہ ہیں اُس وقت تک تو یہ نہ کروں گا۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ میں عہد نبوی میں لڑکا تھا جو سنتا تھا محفوظ ہو جاتا تھا یعنی معلومات کی کمی نہیں ہے مگر میں خاموش رہتا ہوں کہ مجھ سے معمر صحابہؓ موجود ہیں، ابن ہبیرہؒ نے کہا کہ اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ نوعمروں کے لیے شیوخ کی توقیر متعین ہے۔ (الآداب الشرعیہ ۲/ ۱۴۷)

ابن معینؒ نے فرمایا کہ جو شخص ایسے شہر میں حدیث بیان کرے (حلقۂ تحدیث قائم کرے) جہاں اس سے بہتر محدث موجود ہو وہ احمق ہے، انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ جس شہر میں علی بن مسہرؒ جیسا محدث موجود ہو وہاں میں محدث بنوں تو میں اِس لائق ہوں کہ میری ڈاڑھی مونڈ دی جائے۔ (الآداب الشرعیہ ۲/ ۷۰)

بہت اختصار کے ساتھ چند متفرق باتوں کو یکجا کر کے میں نے یہاں پیش کیا ہے اگر استیعاب کا ارادہ کیا جائے تو بہت طوالت ہو جائے گی۔ وفی ھذا القدر کفایة. (بشکریہ ماہنامہ ندائے شاہی، انڈیا)

نفیس بُک بائنڈرز

ہمارے یہاں ''ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد'' بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی ''بکس والی جلد'' بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے۔ ہمارے یہاں رَوٹا مشین پر ''کلر پرنٹنگ'' (ٹائٹل وغیرہ کی چھپائی) کا کام بھی دیدہ زیب اور بازار سے رعایتی نرخ پر کیا جاتا ہے۔

مناسب نرخ پر معیاری جلد سازی اور طباعت کے لیے رجوع فرمائیں

6/ 16 ٹیپ روڈ نزد مین گیٹ گھوڑا ہسپتال لاہور

پروپرائیٹر : محمد سلیم و محمد ندیم

موبائل نمبر : 0300-4293479 , 0300-9464017

فون نمبر : 042-7322408

عیسائیوں کا عقیدہ ابنیت کیا ہے؟

﴿حافظ غلام اکبر گاڈی، متعلم جامعہ مدنیہ جدید﴾

قَالَ اللّٰہُ تبَارَکَ وَتعَالیٰ : وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ وَقَالَتِ النَّصَارَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ ذَالِکَ قَوْلُھُمْ بِأَفْوَاھِھِمْ یُضَاھِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَا تَلَھُمُ اللّٰہُ اَنّٰی یُؤْفکُوْنَ .(سورۃ التوبۃ آیت ۳۰)

''اور یہود کہتے ہیں عزیز خدا کا بیٹا ہے اور نصاریٰ (عیسائی) کہتے ہیں مسیح خدا کا بیٹا ہے یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، پس کرنے لگے اگلے کافروں کی بات۔ اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں سے پھرے جاتے ہیں''۔

برادران اسلام ! عیسائی حضرات حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ جل شانہ کا بیٹا خیال کرتے ہیں اور اس عقیدہ کا اظہار ان کی تعلیمات کا ایک لازمی جز اور ایک ضروری حصہ ہے اور عیسائی حضرات بڑے زور وشور سے اس عقیدہ کو بیان کرتے ہیں۔ پہلے ہم اس عقیدہ کی وضاحت کرتے ہیں پھر اس کا جائزہ لیں گے قرآن اور بائبل دونوں سے، جس کے بعد ہر عقلمند آدمی یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دِقت محسوس نہیں کرے گا کہ اس عقیدہ کی بنیاد محض خواہش نفس ہے اور بس۔

عقیدۂ ابنیت کی وضاحت :

عیسائی عقائد کی رُو سے خدا کا ایک بیٹا ہے جو حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے انسانی صورت میں ظاہر ہوا اور اس نے کرامات دکھانا شروع کر دیں تو یہودیوں نے اس کو طرح طرح کی اذیتیں دیں اور آخر کار اس کو پھانسی پہ لٹکا دیا، اس طرح خدا کا بیٹا جو انسانی صورت میں ظاہر ہوا تھا پھانسی پہ چڑھ کر (یعنی مصلوب ہو کر) فوت ہو گیا اور تین دن کے بعد دوبارہ جی اُٹھا اور اِس وقت وہ آسمان پر خدا کی داہنی جانب متمکن ہے۔

عقیدۂ ابنیت اور قرآن مجید :

(۱) اس سلسلہ میں خدا کی آخری، کامل اور دائمی کتاب قرآن مجید نے واضح اعلان کیا کہ :

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا (سورہ بنی اسرائیل ۱۱۱)

''اور کہہ سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جس نے نہیں پکڑی اولاد یعنی اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے''۔

(۲) ارشاد فرمایا :

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ یُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَا تَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ .(سورۃ التوبۃ آیت ۳۰)

''اور یہود کہتے ہیں عزیز خدا کا بیٹا ہے اور نصارٰی (عیسائی) کہتے ہیں مسیح خدا کا بیٹا ہے یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، پس کرنے لگے اگلے کافروں کی بات۔ اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں سے پھرے جاتے ہیں''۔

(۳) قرآن پاک نے عقیدۂ ابنیت کو نہایت قبیح اور نا قابلِ برداشت گناہ قرار دیتے ہوئے فرمایا :

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا.اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا وَمَا یَنْبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا (سورہ مریم ۹۰ تا ۹۲)

''قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں اس بات پر کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے بیٹا قرار دیا حالانکہ خدائے رحمٰن کے شایان شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا قرار دے''۔

الغرض قرآن مجید میں اس غلط نظریہ کی نہایت مذمت کی گئی ہے اسے شدید کفر قرار دیا گیا ہے اور متعدد مقامات پر نہایت اہتمام سے اس کی تردید کی گئی ہے، چنانچہ سورہ کہف کے شروع میں نزولِ قرآن کا مقصد دو چیزوں کو بتایا گیا ہے :

(۱) ایک تو ہر خطا کار اور مجرم کو برے انجام سے آگاہ کرنا۔

(۲) دوسرے ان لوگوں کو متنبہ کرنا جنہوں نے کہا کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنالیا ہے۔

عقیدۂ ابنیت اور بائبل :

آج کل جو انجیل عیسائی حضرات کے پاس موجود ہے اگر بغور اس کا مطالعہ کیا جائے تو وہ خود یہ بتاتی ہے کہ اس عقیدہ کی حضرت سیّدنا مسیح علیہ السلام کی تعلیمات میں کوئی گنجائش نہیں بلکہ یہ ان پر صریح بہتان ہے، چنانچہ تمام مروجہ انجیلوں میں تقریباً سو مرتبہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے لفظ ''ابن آدم'' موجود ہے جو انہیں کی زبان سے بولا ہوا ہے لہذا اگر سیّدنا مسیح علیہ السلام واقعی ابنِ خدا ہوتے تو کبھی اپنے لیے لفظ ابنِ آدم کا استعمال نہ فرماتے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا ذاتی اقرار :

''جب سیّدنا مسیح علیہ السلام یہودی عدالت میں پیش ہوئے تو سردار کاہن نے ان سے کہا کہ میں تجھے زندہ خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تو خدا کا بیٹا مسیح ہے تو ہم سے کہہ دے۔ یسوع نے اس سے کہا کہ تو نے خود کہہ دیا بلکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اس کے بعد تم ابن آدم کو قادر مطلق کے داہنی طرف بیٹھے آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے'' (انجیل متی باب ۲۶ آیت ۶۳ و ۶۴)۔

غور فرمایئے اس جگہ سیّدنا مسیح علیہ السلام نے کاہن کی بات کہ اگر تو خدا کا بیٹا مسیح ہے کے جواب میں ہاں نہیں کی بلکہ اپنے کو ابن آدم ہی کے عنوان سے ظاہر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ بعد کا گھڑا ہوا ہے، سیّدنا مسیح کی یہ تعلیم نہیں ہے۔ بالفرض اگر سیّدنا مسیح علیہ السلام خدا کے بیٹے ہوتے تو کاہن کے سوال کی ضرور تصدیق فرماتے لیکن آپ نے ایسا نہیں فرمایا جس سے اصل حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

''ابنِ خدا'' کا لفظ اور یونانی متن :

دیکھئے سیّدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام پر خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی جانب سے جو انجیل نازل ہوئی تھی وہ یونانی زبان میں تھی اور یہ بات واضح ہے کہ آج دنیا میں نہ کوئی یونانی بولنے والا موجود ہے اور نہ ہی یونانی جاننے والا، یہ بات بھی یاد رہے کہ آج عیسائی دنیا کے پاس اصل یونانی انجیل کا کوئی نسخہ موجود نہیں بلکہ اُردو، انگلش عربی وغیرہ میں اس کے تراجم ہو چکے ہیں اور وہی اِن حضرات کے پاس موجود ہیں تو اعتبار اصل یونانی نسخہ کا ہوگا نہ کہ موجودہ تراجم کا، چنانچہ انجیل مرقس (مطبوعہ ۱۹۰۸ء و ۱۹۲۶ء) کے شروع میں لکھا ہے کہ ''خدا کے بیٹے یسوع

کی خوشخبری کا شروع'' ساتھ ہی نیچے حاشیہ دے کر لکھا ہے کہ یونانی نسخہ میں خدا کے بیٹے کا لفظ نہیں ۔غور فرمایئے جب اصل یونانی نسخہ میں یہ لفظ نہیں ہے تو پھر تراجم میں کہاں سے آ گیا۔

اصطلاح ''ابنِ خدا'' کی حقیقت :

انجیل یوحنا میں ہے جو اس کے نام پر ایمان لاتے ہیں وہ نہ خون سے، نہ جسم کی خواہش سے، نہ انسان کے ارادہ سے بلکہ خدا کے..... سے پیدا ہوئے (باب اول آیت:۱۲) یعنی ہر وہ انسان جو خدا پر ایمان لائے وہ ''خدا کا بیٹا'' ہے۔

دوسری جگہ لکھا ہے :

''مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے۔'' (انجیل متی ۵:۹)

حاصل یہ کہ خدا پر ایمان لا کر اُس کی مرضی پر چلنے والے خدا کے بیٹے یعنی محبوب الٰہی ہیں گویا بیٹا کا لفظ محبوب اور پیارے کے معنی میں ہے۔اس لحاظ سے تو حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں کہ ان کو خدا کا بیٹا کہا جائے بلکہ ہر مومن صالح خدا کا بیٹا کہلایا جا سکتا ہے۔

ایک اور جگہ لکھا ہے :

''اس لیے کہ پاک کرنے والا اور پاک ہونے والے سب ایک ہی اصل سے ہیں اسی باعث وہ انہیں بھائی کہنے سے نہیں شرماتا۔'' (عبرانیون ۲:۱۱)

یعنی سب آدم کی اولاد ہیں ان میں سے کوئی بھی ''خدا کا بیٹا'' نہیں، اب اگر عیسائی حضرات اپنی تعلیمات پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہیں تو پھر سارے مومنوں کو خدا کا بیٹا کہیں کیونکہ مذکورہ بالا آیت میں یہی بتایا گیا ہے ورنہ پھر صرف سیّدنا مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہہ کر خدا کی مخلوق کو کیوں دھوکہ دیتے ہیں۔

کون کون خدا کا بیٹا ؟ :

آیئے اب ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ بائبل میں کتنے لوگوں کے لیے ''خدا کا بیٹا'' کا لفظ استعمال ہوا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ یہ لفظ صرف سیّدنا مسیح علیہ السلام کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ اور بھی کئی ہستیوں کے لیے بولا گیا ہے کہ جن کو خود عیسائی حضرات بھی خدا کا بیٹا ماننے کے لیے تیار نہیں۔

(۱) آدم خدا کا بیٹا (لوقا ۳ : ۲۸)۔ (۲) اسرائیل خدا کا پہلوٹھا (خروج ۴ : ۶)۔ (۳) سلیمان خدا کا بیٹا (تواریخ اول ۹:۲۲)۔ (۴) تمام مفتی اور قاضی خدا کے بیٹے (زبور ۸۲ : ۶) (۵) فرشتے خدا کے بیٹے (دانیال ۳ : ۲۸)۔ (۶) تمام یہودی خدا کے بیٹے (استثناء ۱۴ و خط رومیوں ۹:۴)۔ (۷) سب یتیم خدا کے بیٹے (زبور ۶۸ : ۵)۔ (۸) داؤد خدا کا اکلوتا (زبور ۸۹ :)۔ (۹) افراہیم خدا کا پہلوٹھا (یرمیاہ ۳۱ : ۹)۔ (۱۰) تمام نیک لوگ خدا کی نسل (اعمال ۱۷ : ۲۹) حتی کہ ایک جگہ نافرمانوں کو بھی خدا کا بیٹا کہا گیا (سیعیاہ ۳۰ : ۱)۔

ناظرین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ اس لفظ کا استعمال کتنا عام ہے اور بلا موجب تخصیص کسی عام لفظ کو اس کے ایک فرد کے ساتھ مختص کرنا دنیا کے کسی بھی قانون میں جائز نہیں ہے۔

ایک تسلیم شدہ حقیقت :

تمام انسان سیّدنا آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کی وجہ سے آپس میں بھائی بھائی ہیں تو ہر انسان دوسرے کا بھائی ہے اگرچہ وہ اس کا بیٹا ہو یا باپ ہو، اسی طرح ہر عورت دوسری عورت کی بہن ہے اگرچہ وہ اس کی بیٹی ہو یا ماں ہو۔ اگرچہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے مگر اس کے باوجود کبھی کسی نے اپنے بیٹے کو یا اپنے باپ کو بھائی نہیں کہا۔ اسی طرح کسی عورت نے بھی کبھی اپنی بیٹی کو یا اپنی ماں کو بہن نہیں کہا اگرچہ واقعہ میں جو اس کی ماں یا بیٹی ہے مندرجہ بالا لحاظ سے اس کی بہن بھی ہے مگر عام استعمال نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح یہ مسئلہ ہے کہ اگر واقعی سیّدنا عیسٰی علیہ السلام کے لیے لفظ ''خدا کا بیٹا'' بائبل میں استعمال ہوا ہے مگر اشتباہ کی وجہ سے عام محاورہ میں استعمال نہیں کریں گے۔ کیا عیسائی حضرات اس مسلمہ حقیقت کو ماننے کے لیے تیار ہیں؟

خلاصہ یہ ہے کہ سیّدنا مسیح علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے بطن مبارک سے بلا باپ محض اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے تھے اللہ جل شانہٗ کے معزز بندوں یعنی انبیاء علیہم السلام کی مقدس جماعت میں سے ایک تھے۔ محض اللہ سبحانہٗ نے اپنی قدرت سے انکو زندہ آسمانوں پر اُٹھایا اور قربِ قیامت میں دوبارہ ان کا نزول ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عیسائی حضرات کو سمجھ عطا فرمائے اور ہدایت بخشے اور مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچائے آمین بجاہ النبی الکریم۔

دینی مسائل

﴿ نمازِ وتر کا بیان ﴾

مسئلہ : وتر کی نماز واجب ہے اور واجب کا مرتبہ قریب قریب فرض نماز کے ہے، چھوڑ دینے سے بڑا گناہ ہوتا ہے۔ اگر کبھی چھوٹ جائے تو جب موقع ملے فوراً اُس کی قضا پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ : وتر کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق سے پہلے تک بلا کراہت ہے۔

مسئلہ : وتر کی تین رکعتیں ہیں۔ دو رکعتیں پڑھ کے بیٹھے اور التحیات پڑھے اور درود شریف بالکل نہ پڑھے بلکہ التحیات پڑھ چکنے کے بعد فوراً اُٹھ کھڑا ہو اور الحمد اور سورت پڑھ کر اللہ اکبر کہے اور مرد کانوں کی لَو تک ہاتھ اُٹھائے جبکہ عورت کندھے تک ہاتھ اُٹھائے اور پھر ہاتھ باندھ لے۔ پھر دعائے قنوت پڑھ کے رکوع کرے اور تیسری رکعت پر بیٹھ کر التحیات، دُرود شریف اور دعاء پڑھ کر سلام پھیرے۔

مسئلہ : دعائے قنوت یہ ہے :

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ ۔

مسئلہ : جس کو دعائے قنوت یاد نہ ہو یہ پڑھ لیا کرے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ یا تین دفعہ یہ کہہ لے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ یا تین دفعہ یَارَبِّ یَارَبِّ یَارَبِّ کہہ لے تو نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ : وتر کی تینوں رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا چاہیے۔

مسئلہ : وتروں کیلیے کوئی خاص سورت پڑھنا مقرر نہیں ہے بلکہ جہاں سے چاہے پڑھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی دوسری رکعت میں قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھنا حدیثوں میں آیا ہے اس لیے ان کا پڑھنا مستحب ہے البتہ کبھی کبھی اور

سورتیں بھی پڑھا کرے۔

مسئلہ : رمضان المبارک میں وتر کی نماز جماعت سے پڑھنا جائز ہے بلکہ افضل ہے۔ رمضان المبارک کے علاوہ اور دنوں میں جماعت سے نہ پڑھے۔

مسئلہ : جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو اُس کو بیٹھ کر وتر پڑھنا اور بلا عذر اُونٹ گھوڑے پر سواری کی حالت میں نماز وتر پڑھنا جائز نہیں۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص صاحبِ ترتیب ہے اور اُس کو یہ یاد ہے کہ اس نے وتر کی نماز نہیں پڑھی اور وقت میں گنجائش بھی ہے تو وہ فجر کی نماز سے پہلے وتر کی نماز پڑھے۔ اگر اُس نے پہلے فجر کی نماز شروع کی تو اُس کی فجر کی نماز فاسد ہوگی۔

مسئلہ : عشاء کے فرض اور سنت کے بعد وتر کی نماز پڑھی پھر معلوم ہوا کہ کسی وجہ سے عشاء کے فرض صحیح نہیں ہوئے۔ مثلاً ایک شخص نے یہ خیال کر کے کہ اس کا وضو باقی ہے عشاء کے فرض اور سنتیں پڑھ لیں۔ پھر دوبارہ وضو کر کے وتر کی نماز پڑھی۔ بعد میں یاد آیا کہ عشاء کی نماز سے پہلے وہ پیشاب کر چکا تھا اور اس کا وضو باقی نہ تھا تو یہ شخص صرف عشاء کے فرض اور سنتیں لوٹائے وتر لوٹانے کی ضرورت نہیں کیونکہ وتر اپنے وقت میں عشاء کی نماز کے تابع نہیں۔ عشاء کی نماز کو وتر پر مقدم کرنا ترتیب کی وجہ سے واجب ہے اور ترتیب بھولنے کے عذر سے ساقط ہو جاتی ہے۔

مسئلہ : جس شخص کو آخر شب میں جاگنے پر پورا بھروسہ ہو اُس کو مستحب اور افضل یہ ہے کہ وتر آخر رات میں پڑھے اور اگر اُٹھنے میں شک ہو اور قضا ہونے کا اندیشہ ہو تو عشاء کی نماز کے بعد ہی پڑھ لے۔

مسئلہ : اگر تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تب یاد آیا تو اب دُعائے قنوت نہ پڑھے بلکہ نماز کے ختم پر سجدہ سہو کرے اور اگر رکوع چھوڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور دُعائے قنوت پڑھ لے تو اب رکوع کا اعادہ نہ کرے اور سجدہ سہو کر لے لیکن اگر رکوع کا اعادہ کر لیا تب بھی خیر نماز ہوگئی لیکن ایسا نہ کرنا چاہیے تھا کیونکہ پہلا رکوع ثابت ہے اور دوسرا رکوع لغو ہوا اور سجدہ سہو کرنا اِس صورت میں بھی واجب ہے۔

مسئلہ : اگر بھولے سے پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ لی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے تیسری رکعت میں پھر پڑھنا چاہیے اور سجدہ سہو بھی کرنا پڑے گا۔

مسئلہ : وتر کے قنوت میں مقتدی امام کی متابعت کرے لہٰذا اگر مقتدی کے فارغ ہونے سے پہلے امام

نے رکوع کر دیا تو مقتدی باقی قنوت کو چھوڑ دے اور امام کی متابعت کرے کیونکہ دعائے قنوت کا بعض حصہ جو وہ پڑھ چکا ہے وہ بھی کافی ہے اور اگر امام نے قنوت پڑھ کر رکوع کر دیا جبکہ مقتدی نے ابھی دعائے قنوت کچھ بھی نہ پڑھی ہو تو اگر رکوع کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو مقتدی رکوع کر لے اور اگر یہ خوف نہ ہو تو کوئی مختصر سی دعا مثلاً تین بار اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کہہ کر رکوع کر لے۔

مسئلہ : مسبوق کو چاہیے کہ امام کے ساتھ قنوت پڑھے پھر بعد میں نہ پڑھے اور اگر مسبوق تیسری رکعت کے رکوع میں شامل ہوا اور امام قنوت پڑھ چکا تھا تو مسبوق اپنی بقیہ نماز میں قنوت نہ پڑھے کیونکہ اس کو تیسری رکعت مل گئی اور امام کا قنوت اس کی قراءت کی طرح مقتدی کے لیے کافی ہو گیا۔

مسئلہ : اگر وتر کسی ایسے شخص کے پیچھے پڑھے جو رکوع کے بعد قومہ میں قنوت پڑھتا ہے تو امام کی متابعت کرے اور قومہ میں اس کے ساتھ قنوت پڑھے۔

مسئلہ : اگر فجر کی نماز میں کسی شافعی فقہ کے امام نے قنوت پڑھی تو حنفی مقتدی کو چاہیے کہ وہ قنوت نہ پڑھے بلکہ ہاتھ چھوڑے ہوئے اتنی دیر خاموش کھڑا رہے۔

قنوتِ نازلہ

اگر اہلِ اسلام پر حادثہ عظیمہ واقع ہو مثلاً کافروں نے حملہ کیا ہو تو بالاتفاق فجر کی جماعت میں مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست کے لیے قنوتِ نازلہ پڑھے۔

مسئلہ : پریشانی اگر اور زیادہ بڑھ جائے تو مغرب اور عشاء کی نماز میں بھی قنوتِ نازلہ پڑھ سکتے ہیں۔

مسئلہ : قنوتِ نازلہ رکوع کے بعد پڑھی جائے۔ لٰہذا فجر کی دوسری رکعت، مغرب کی تیسری رکعت اور عشاء کی چوتھی رکعت میں رکوع کے بعد سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہہ کر امام دعائے قنوت پڑھے اور مقتدی آمین کہتے رہیں۔ دعا سے فارغ ہو کر اللّٰہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں جائیں۔

مسئلہ : اگر دعائے قنوت مقتدیوں کو یاد ہو تو امام بھی آہستہ پڑھے اور سب مقتدی بھی آہستہ پڑھیں اور اگر مقتدیوں کو یاد نہ ہو جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے تو امام آواز سے دعا کے کلمات کہے اور سب مقتدی آہستہ آہستہ آمین کہتے رہیں۔

مسئلہ : دعائے قنوت پڑھتے وقت وتروں کے قنوت کی طرح ہاتھ باندھ لیں۔ اور اگر ہاتھ چھوڑ کر رکھیں تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

مسئلہ : دعائے قنوت نازلہ یہ ہے :

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنَا فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنَا فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنَا شَرَّمَا قَضَیْتَ اِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ وَاِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ. نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَیْكَ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْكَرِیْمِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِهِمْ وَانْصُرْنَا عَلٰی عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ اَللّٰھُمَّ الْعَنِ الْكَفَرَةَ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِكَ وَ یُكَذِّ بُوْنَ رُسُلَكَ وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَآءَ كَ. اَللّٰھُمَّ خَالِفْ بَیْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَھُمْ وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَكَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ .

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جوایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اوراس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

اخبار الجامعہ

جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور

۱۹ر نومبر بروز جمعہ ٹانک سے دوپہر کے وقت جامعہ کے قدیم فاضل مولانا قاضی حبیب اللہ صاحب تشریف لائے مختلف امور پر گفتگو ہوئی اور دوپہر کا کھانا حضرت مہتمم صاحب کے ساتھ تناول فرمایا۔

۲۰ر نومبر کو جناب الحاج امان اللہ خانصاحب اوران کے داماد جناب خالد صاحب لکی مروت سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے ، رات کو جامعہ مدنیہ جدید میں قیام کے بعد اگلے روز واپس تشریف لے گئے ۔ جامعہ کی تعلیمی وتعمیری ترقی دیکھ کر خوشی ومسرت کا اظہار کیا۔

۲۱ر نومبر/ ۸ر شوال سے جامعہ مدینہ جدید میں تعلیمی سال کے آغاز کے موقع پر طلباء کی آمد شروع ہوگئی اور ۱۴ر شوال سے باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوگیا، بحمد اللہ ساڑھے چار سو سے زائد مقیم طلباء تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہیں۔

۲۴ر نومبر کو جامعہ مدینہ جدید کی مکمل چار دیواری کی تعمیر کا آغاز کیا گیا۔ قارئین سے اس کی تکمیل کے لیے خصوصی دُعا کی درخواست ہے۔

۲۸ر نومبر کو بعد ظہر محترم چودھری اسلم عاصم صاحب امریکہ سے جامعہ مدینہ جدید تشریف لائے ، جامعہ کی تعلیمی وتعمیری ترقی دیکھ کر خوشی ومسرت کا اظہار کیا۔ اسی روز بعد مغرب حضرت مولانا قاضی ارشد الحسینی صاحب جامعہ مدنیہ جدید میں تشریف لائے اوراپنے بچوں کو جامعہ مدنیہ جدید میں داخل کرایا۔

یکم دسمبر کو ختم نبوت اکیڈمی لندن سے جناب ابراہیم باوا صاحب نے بعد عشاء حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی اور مختلف اُمور پر گفتگو ہوئی۔

۸ر دسمبر کو بعد مغرب کراچی سے محترم حافظ رشید احمد صاحب تشریف لائے۔ جامعہ مدنیہ جدید کے ترقیاتی کاموں کے بارے میں بات چیت ہوئی۔

۱۹ر دسمبر کو محترم صوفی امین صاحب دن کے بارہ بجے جامعہ مدنیہ جدید میں تشریف لائے جامعہ کی تعمیری وتعلیمی سرگرمیوں کو ملاحظہ فرما کر خوشی ومسرت کا اظہار کیا۔

۲۱؍ دسمبر کو کراچی سے محترم الحاج بھائی سلیم صاحب اور اُن کے صاحبزادے رضوان صاحب ظہر کے بعد جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور جامعہ مدنیہ جدید میں طلباء کی رہائش گاہوں اور تعمیری و تعلیمی سرگرمیوں کو ملاحظہ فرما کر خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔

۲۲؍ دسمبر کو عصر کے وقت لندن سے جناب محترم شفیق صاحب، مستقیم صاحب، وسیم صاحب اور انجم صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور طلباء کے تعلیمی ذوق وشوق سے بہت متاثر ہوئے۔

۲۶؍ دسمبر کو حضرت مہتمم صاحب کا جامعہ کے فاضل جناب مولانا مختار صاحب کے مدرسہ فیروز والا جانا ہوا اور طلباء وطالبات سے بیان فرمایا۔

۲۷؍ دسمبر کو بعد مغرب کراچی سے بھائی آفتاب صاحب تشریف لائے ،حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات میں جامعہ کے احوال پر گفتگو ہوئی۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (ادارہ)